﴿بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ ﴿......اِنَّ الۡفَضۡلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ﴾(آل عمران:۷۴) ﴿......عَسٰۤی اَنۡ یَّبۡعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحۡمُوۡدًا﴾(بنی اسرائیل:۸۰)

الفضل

ہفت روزہ

انٹرنیشنل

مدیر اعلیٰ :— نصیر احمد قمر

جلد 13 | جمعۃ المبارک 07/اپریل 2006ء | شمارہ 14

08/ربیع الاول 1427 ہجری قمری ❁ 07/شہادت 1385 ہجری شمسی

مال اور عزت کی حرص

حضرت کعبؓ بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ’’دو بھوکے بھیڑئے اگر بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں تو اتنا فساد اور خرابی نہ کریں جتنا انسان کے مال اور عزت کی حرص اس کے دین کو خراب کرتی ہے‘‘۔

(جامع ترمذی کتاب الزھد باب اخذالمال بحقه)

﴿ارشادات عالیه سیدنا حضرت مسیح موعود علیه الصلوة والسلام﴾

ایسی صورت میں جبکہ قلم کے حملے ہو رہے ہیں ہمارا یہی فرض ہے کہ قلم کے ساتھ ان کو روکیں۔

اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی کہ ایسے زمانہ میں اسلام کی ترقی جنگ سے وابستہ ہوتی تو ہر قسم کے ہتھیار مسلمانوں کو دیئے جاتے۔

پہلے بھی اسلام کی ترقی اور اشاعت کے لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اسلام اپنے برکات، انوار اور تاثیرات کے ذریعہ پھیلا ہے اور ہمیشہ اسی طرح پھیلے گا۔

28/ستمبر 1905ء قبل دوپہر: {آج ایک ترک اور ایک یہودی اعلیحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کے لئے آئے تھے۔ انہوں نے حضرت اقدس سے چند سوالات پوچھے۔ جواب سمیت ذیل میں درج کرتا ہوں۔ یہ یاد رہے کہ سوال جواب عربی زبان میں تھے۔ مَیں ان کا مفہوم لے کر اُردو میں لکھتا ہوں۔ (ایڈیٹر الحکم)}

تُرک: آپ کا دعویٰ ہے کہ مَیں مہدی ہوں اور احادیث میں آیا ہے کہ مہدی جب آئے گا تو لڑائی کرے گا۔

حضرت اقدسؑ: آپ کو معلوم نہیں، یہ بالکل غلط خیال ہے۔ مہدی کے متعلق جس قدر احادیث اس قسم کی ہیں وہ محدثین نے مجروح قرار دی ہیں۔ صرف ایک حدیث لَا مَھْدِیَّ اِلَّا عِیْسٰی ہے۔ یعنی بجز مسیح موعود کے اور کوئی مہدی آنے والا نہیں ہے۔ وہی موعود جس کو بخاری میں اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ فرمایا ہے یعنی اسی اُمّت میں سے آنے والا ہے۔ اور اس کے متعلق کہیں نہیں لکھا کہ وہ لڑائیاں کرے گا۔ بلکہ بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے صاف لکھا ہے کہ یَضَعُ الْحَرْبَ۔ یعنی اس کے وقت میں مذہبی لڑائیاں نہ ہوں گی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اب حرب کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے مخالف ہمارے ساتھ جنگ نہیں کرتے۔ وہ تو قلم کے ساتھ اعتراض کرتے ہیں۔ پس یہ کیسی کمزوری ہوتی کہ قلم کا جواب قلم سے نہ دیا جاتا بلکہ اس کے لئے ہتھیار استعمال ہوتے۔ ایسی صورت میں جبکہ قلم کے حملے ہو رہے ہیں ہمارا یہی فرض ہے کہ قلم کے ساتھ ان کو روکیں۔

علاوہ بریں اگر اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی کہ ایسے زمانہ میں اسلام کی ترقی جنگ سے وابستہ ہوتی تو ہر قسم کے ہتھیار مسلمانوں کو دیئے جاتے۔ حالانکہ جس قدر ایجادیں آلات حربیہ کے متعلق یورپ میں ہو رہی ہیں کسی جگہ نہیں ہوتی ہیں۔ جس سے اللہ تعالیٰ کی مصلحت کا صاف پتہ لگتا ہے کہ یہ لڑائی کا زمانہ نہیں ہے۔ اور کبھی بھی کوئی دین اور مذہب لڑائی سے نہیں پھیل سکتا۔ پہلے بھی اسلام کی ترقی اور اشاعت کے لئے تلوار نہیں اٹھائی گئی۔ اسلام اپنے برکات، انوار اور تاثیرات کے ذریعہ پھیلا ہے اور ہمیشہ اسی طرح پھیلے گا۔ پس یہ نہایت ہی غلط اور مکروہ خیال ہے کہ مسیح کے وقت جنگ ہوگی۔ اور نہ مسیح کو اس کی حاجت۔ وہ قلم سے کام لے گا اور اسلام کی حقانیت اور صداقت کو پُر زور دلائل اور تاثیرات کے ساتھ ثابت کر دکھائے گا اور دُوسرے ادیان پر اس کو غالب کرے گا اور یہ ہو رہا ہے۔

تُرک: یہ بھی تو آیا ہے کہ مسیح کے زمانہ میں قرآن اٹھایا جائے گا۔ اب کہاں اٹھایا گیا ہے؟

حضرت اقدسؑ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایک صحابی نے یہ پوچھا تھا کہ اُس وقت قرآن شریف کیسے اٹھایا جائے گا؟ آپؐ نے اس کو یہ جواب دیا تھا کہ مَیں تو تجھے عقلمند سمجھتا تھا۔ یہی جواب میرا ہے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف پر کوئی عمل نہیں کیا جاتا۔ اس کی حمایت اور حمیّت کے لئے کچھ بھی سعی نہیں ہوتی۔ قرآن شریف سے صوری اور معنوی اعراض کیا گیا ہے۔ اس کے حقائق اور معارف اور اس کی تعلیم سے مسلمان بالکل بے خبر ہو رہے ہیں۔ اَور کس طرح قرآن اٹھایا جاوے گا؟

(ترک صاحب تو دو سوالوں کے بعد خاموش ہوگئے۔ پھر یہودی صاحب نے اپنے سوالات پیش کرنے شروع کئے)۔

یہودی: یہودیوں میں بھی تو توحید موجود ہے۔ اسلام اس سے بڑھ کر کیا پیش کرتا ہے؟

حضرت اقدسؑ: یہودیوں میں توحید تو نہیں ہے ہاں قشر التوحید بے شک ہے۔ اور نرا قشر کسی کام نہیں آسکتا۔ توحید کے مراتب ہوتے ہیں۔ بغیر ان کے توحید کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ نرا لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہی کہہ دینا کافی نہیں۔ یہ تو شیطان بھی کہہ دیتا ہے۔ جب تک عملی طور پر لَآاِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کی حقیقت انسان کے وجود میں متحقق نہ ہو، کچھ نہیں۔ یہودیوں میں یہ بات کہاں ہے؟ آپ ہی بتادیں۔ توحید کا ابتدائی مرحلہ اور مقام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول کے خلاف کوئی امر انسان سے سرزد نہ ہو۔ اور کوئی فعل اس کا اللہ تعالیٰ کی محبت کے منافی نہ ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اطاعت میں محو اور فنا ہو جاوے۔ اسی واسطے اس کے معنے یہ ہیں لَا مَعْبُوْدَ لِیْ وَلَا مَحْبُوْبَ لِیْ وَلَا مُطَاعَ لِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی میرا معبود ہے اور نہ کوئی محبوب ہے اور نہ کوئی واجب الاطاعت ہے۔

یاد رکھو! شرک کی کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک شرک جلی کہلاتا ہے، دوسرا شرکِ خفی۔ شرکِ جلی کی مثال تو عام طور پر یہی ہے کہ جیسے بُت پرست لوگ بُتوں، درختوں یا اور اشیاء کو معبود سمجھتے ہیں۔ اور شرک خفی یہ ہے کہ انسان کسی شئی کی تعظیم اس طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے یا کرنی چاہئے۔ یا کسی شئی سے اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کرے یا اس سے خوف کرے یا اس پر توکّل کرے۔

اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ حقیقت کامل طور پر توریت کے ماننے والوں میں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں جو کچھ اُن سے سرزد ہوا وہ آپ کو بھی معلوم ہوگا۔ اگر توریت کافی ہوتی تو چاہئے تھا کہ یہودی اپنے نفوس کو مُزَکّی کرتے مگر ان کا تزکیہ نہ ہوا۔ وہ نہایت قسی القلب اور گستاخ ہوتے گئے۔ یہ تاثیر قرآن شریف ہی میں ہے کہ وہ انسان کے دل پر بشرطیکہ اس سے صوری اور معنوی اعراض نہ کیا جاوے ایک خاص اثر ڈالتا ہے اور اس کے نمونے ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں۔ چنانچہ اب بھی موجود ہے۔

قرآن شریف نے فرمایا ﴿قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ﴾ (آل عمران:32) یعنی اے رسول! تُو ان لوگوں سے کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنالے گا۔ آنحضرت ﷺ کی کامل اتباع انسان کو محبوبِ الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کامل موحّد کا نمونہ تھے۔ پھر اگر یہودی توحید کے ماننے والے ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ایسے موحّد سے دُور رہتے۔ انہیں یاد رکھنا چاہئے تھا کہ خدا تعالیٰ کے خاتم الرسلؐ کا انکار اور عناد نہایت خطرناک امر ہے۔ مگر انہوں نے پروا نہیں کی اور باوجودیکہ ان کی کتاب میں آپؐ کی پیشگوئی موجود تھی مگر انکار کر دیا۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ ﴿قَسَتْ قُلُوْبُھُمْ﴾ (الانعام:44)‘‘۔

(ملفوظات جلد چہارم صفحہ 446-449 جدید ایڈیشن)

❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁ ❁ ❁❁❁❁❁❁❁❁❁❁

ادا ریہ

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبیؐ کی حدیث کو

روزنامہ جنگ لندن 2رفروری 2006ء کے آن لائن (On-Line) ایڈیشن میں ایک خبر شائع ہوئی ہے جس میں نوابشاہ میں محرم میں 18 علماء کرام کے داخلے پر پابندی عائد کی گئی ہے ان میں شیعہ علماء بھی ہیں اور سنّی بھی۔

مذکورہ بالا خبر ایسی بہت سی خبروں میں سے ایک ہے جو محرم الحرام کی آمد آمد پر پاکستانی اخبارات میں عام طور پر نظر آتی ہیں۔ محرم کے مہینہ میں نواسہ رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) حضرت امام حسینؓ کی قربانی وشہادت کی یاد منائی جاتی ہے۔ اور بالعموم انہیں دنوں میں شیعہ سنّی فسادات بھی ہوتے ہیں اور کئی قیمتی جانوں کے ضیاع کے علاوہ جگ ہنسائی اور مسلمانوں کی بدنامی کا باعث بنتے ہیں۔

اس خبر میں حیران کن بات یہ ہے کہ یہ تمام افراد جن پر پابندی لگائی گئی ہے اپنے اپنے علاقہ میں عالمِ دین کی حیثیت سے مشہور ہیں۔ مگر مسلمان کو فساد اور خونریزی سے کیا تعلق ہوسکتا ہے۔ اسلام کا لفظ تو صلح، امن، فرمانبرداری کا مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔ ایک عام مسلمان سے بھی یہ توقع نہیں کی جاسکتی کہ وہ کسی طرح بھی کسی خرابی اور فساد کا باعث بن سکتا ہے۔ چہ جائیکہ علماء کرام کے متعلق یہ سمجھا اور کہا جائے کہ ان پر پابندی لگا دی گئی ہے کیونکہ ان کی آمدورفت سے فساد کا اندیشہ ہوتا ہے۔

قرآنی محاورہ کے مطابق تو عالم وہ ہوتا ہے جو خشیۃ اللہ رکھتا ہو۔ جیسا کہ فرمایا۔﴿اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا﴾ (فاطر:29) اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے اس سے وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔ اسی طرح قرآن مجید فرماتا ہے﴿وَاتَّقُوْا اللّٰہَ وَیُعَلِّمُکُمُ اللّٰہُ﴾ (البقرۃ:283) اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور وہی تمہیں علم عطا فرماتا ہے۔ معلوم ہوا کہ فساد پھیلانے والے اور تقویٰ سے عاری لوگ ''علماء'' کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتے۔

احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کی جو علامات بیان کی گئی ہیں ان میں سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں نام کے سوا اسلام کا کچھ بھی باقی نہیں رہے گا۔ قرآن مجید کے صرف الفاظ باقی رہ جائیں گے۔ (اس کا علم وعرفان اور انقلاب انگیز اثرات باقی نہیں رہیں گے)، اس زمانہ کے لوگوں کی مسجدیں بظاہر آباد ہوں گی مگر ہدایت نام کی کوئی چیز ان میں باقی نہ رہے ہوگی۔ عُلَمَآءُ ھُمْ شَرٌّ مَنْ تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِھِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَۃُ وَ فِیْھِمْ تَعُوْدُ۔ (مشکوٰۃ کتاب العلم الفصل الثالث)۔ ان کے علماء آسمان کے نیچے پائی جانے والی مخلوق میں سے بدترین ہوں گے۔ ان سے ہی فتنے اٹھیں گے اور ان میں ہی لوٹ جائیں گے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری زمانہ کے علماء کی جو تعریف بیان فرمائی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ بعض ایسے علماء بھی ہوسکتے ہیں جو بظاہر عالم ہوں۔ لوگ ان کو عالم سمجھتے ہوں، وہ مسجدوں اور مدرسوں پر قابض ہوں مگر ان کا علم سے کوئی واسطہ نہ ہو بلکہ فتنہ انگیزی ہی ان کا شغل ہو اور وہ جہاں جائیں وہاں فساد وافتراق کا باعث بنتے ہوں۔ مذکورہ بالا خبر سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ پاکستان میں جو آئے دن ہنگامے ہوتے رہتے ہیں، جلوس، ہڑتال، مار پیٹ، لوٹ مار، قتل وآتش زنی کے جو واقعات سننے میں آتے ہیں اور جن سے حکومت کو لاکھوں کروڑوں کا نقصان ہوجاتا ہے کئی بیوائیں اپنی زندگی کے سہاروں سے محروم ہوجاتی ہیں، کئی یتیم شفقت پدری کے سایہ سے محروم ہوجاتے ہیں، کئی مائیں اپنے جوان بیٹوں پر ماتم کرتی رہ جاتی ہیں اور دنیا بھر میں مسلمان نشانۂ تضحیک بن کر رہ جاتے ہیں وہ ایسے ہی علماء کا کام ہوتا ہے۔

اور مزید حیرانی بلکہ پریشانی کی بات یہ ہے کہ حکومت اور انتظامیہ کو بخوبی معلوم ہے اور ان کے ریکارڈ میں محفوظ ہے کہ اس خرابی، انارکی اور افراتفری جس سے ملک ترقی کی بجائے تنزل میں چلا جاتا ہے کا باعث اور سبب کون ہے مگر اس کے باوجود کسی سیاسی مصلحت، کسی وقتی اور ذاتی فائدے کی خاطر وہ فساد اور شرانگیزی کے اس ذریعہ کو قابو میں لانے کی بجائے اسے مزید فساد پھیلانے کے لئے کھلا چھوڑ دیتے ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں مذہب اور خدا تعالیٰ کے نام پر جان ومال اور عزت وآبرو سے کھیلتے رہیں۔ کبھی شیعہ سُنّی کے نام پر اور کبھی کسی اور نام پر ملک میں بدامنی پیدا کر کے اپنی مفسدانہ کارروائیوں اور ان کے نتیجہ میں حاصل ہونے والے سیاسی اور زمینی فوائد سے بہرہ ور ہوتے رہیں۔

بعض لوگ جو لاعلمی یا کسی اور وجہ سے یہ سمجھتے ہیں کہ ابھی آخری زمانے کی علامات پوری طرح ظاہر نہیں ہوئیں، ان کے لئے مندرجہ بالا حدیث میں یہ واضح رہنمائی پائی جاتی ہے کہ جب وہ ذریعہ جس سے اصلاح وبہتری کی توقع کی جاسکتی ہے باقی نہ رہے بلکہ الٹا وہی فساد اور خرابی کا باعث بن جائے اور باڑ ہی کھیت کو خراب کرنے لگ جائے تو اس کے بعد اس سے بڑھ کر اور کس خرابی کا انتظار باقی رہ جاتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ آخری زمانہ کی سب علامات اپنے اصلی اور حقیقی معنوں میں پوری ہوچکی ہیں۔ مسلمانوں کی مایوسی اور تنزل کو دور کرنے والا مسیح ومہدی اپنے وقت پر ظاہر ہو چکا۔ مبارک وہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان فرمودہ صداقتوں کو سمجھیں، مانیں اور ان کی برکات سے فائدہ اٹھائیں ؂

یار جو مرد آنے کو تھا وہ تو آ چکا

(عبدالباسط شاہد)

خلافت جوبلی دعائیہ پروگرام

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے صدسالہ خلافت جوبلی کی کامیابی کے لئے احباب جماعت کو نوافل، روزوں اور دعاؤں کا پروگرام دیا ہوا ہے۔ احباب سے گزارش ہے کہ اس پروگرام کو پابندی سے جاری رکھیں اور ایک دوسرے کو بھی تلقین کرتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ خلافت کے بابرکت سایہ کو ہمیشہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ آمین

دُہرا صدمہ

(1)

بندے خدا کے ، گھر بھی خدا کا تھا مونگ میں
اور تھی نماز فجر ادا ہو رہی وہاں
کہتے ہیں نمازی ابھی سجدے سے اٹھے تھے
یکبارگی برسنے لگیں ان پہ گولیاں
یوں گولیاں چلیں کہ وہ خوں میں نہا گئے
معبد کا فرش ان کے لہو سے تھا ارغواں
کس شان سے اللہ کا دربار لگا تھا
قربان ہو گئے سرِ دربار جسم و جاں
بعد اس کے ظالموں نے پکڑ لی رہِ فرار
ہونا تھا یوں کہ کام تھا یہ کارِ بُزدلاں
حیراں ہیں لوگ مونگ کے یہ لوگ کون تھے
سنتے ہیں وہ بھی تھے کسی مسلک کے مسلماں
سادہ مزاج اس قدر خونخوار ہو گئے
گمراہ کر گئی انہیں تلقینِ واعظاں

(2)

گریہ کناں تھی آنکھ شہیدانِ مونگ پر
اور سرخ ان کے خوں سے ابھی تھا خدا کا گھر
اک زلزلہ نے آ لیا میدان و کوہ کو
آہ و بُکا کا شور تھا پست و بلند پر
دیہات و شہر آ گئے اس کی لپیٹ میں
لرزہ اک آ گیا در و دیوار و بام پر
قصر بلند و بالا زمیں بوس ہو گئے
اور سنگ و خشت بکھرے پڑے تھے اِدھر اُدھر
اپنے مکان اپنے مکینوں پہ آ گرے
ایسے گرے کہ مل نہ سکی فرصتِ مفر
لاشے پڑے تھے ایسے گھروں میں کہ اَلْاَمَاں
زندوں کا بھی وہ شور و فغاں تھا کہ اَلْحَذَر
آدم کی نسل پر یہ قیامت کی تھی گھڑی
حوّا کی بیٹیاں تھیں پریشاں برہنہ سر
چلتے تھے جن رہوں پہ وہ راہیں کدھر گئیں
گُم ہو گئے تھے کوچہ و بازار و رہگزر
سُنتا کوئی کسی کی تو سُنتا وہ کس طرح
راہِ فرار تھی کوئی باقی نہ راہبر
طبقات ارض ہی کی تھی حرکت یہ واردات
یا باعث ناراضگیِ ربِّ کائنات

(عبدالمنان ناہید)

سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی
عظیم الشان دینی خدمات

(فضیل عیاض احمد۔ ربوہ)

(قسط نمبر 2)

عالمی امن کا سفیر۔ موعود اقوام عالم

جس زمانے میں سیدنا حضرت اقدس علیہ السلام کا ظہور ہوا اس زمانے میں ہندوستان مذاہب عالم کی اکھاڑ پچھاڑ کا اکھاڑا بن چکا تھا۔ ہر مذہب کے ماننے والے اپنے اپنے مذہب کی سچائی کو ثابت کرنے کے لئے دوسروں کے مذاہب پر کیچڑ اچھالنے کو اپنا فرض سمجھتے تھے۔ اسلام ہر مذہب کی تنقید کا نشانہ تھا۔ ایسے میں اسلام کی سچائی کو ثابت کرنا ایک نہایت کٹھن معاملہ تھا۔ مذہبی رواداری عنقا تھی، مذہبی فسادات عام تھے، مسلمانوں کو دوسرے مذاہب کے مقابل پر اسلام کا کیا دفاع کرنا تھا خود باہمی مناقشات اور منازعات میں الجھے تھے۔ شیعہ سنی جھگڑے ہزاروں لوگوں کی جان لے چکے تھے۔ ایسے میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام دعوی کیا کہ مَیں موعود اقوام عالم بن کر مبعوث ہوا ہوں اور میری ذات سے امن عالم قائم ہوگا۔ آپ نے نہایت واضح الفاظ میں اپنا مشن بیان کیا۔ آپؑ نے فرمایا:

❁......"مَیں خدا کی سب راہوں میں سے آخری راہ ہوں۔ اور میں اس کے سب نوروں میں سے آخری نور ہوں۔ بدقسمت ہے وہ جو مجھے چھوڑتا ہے کیونکہ میرے بغیر سب تاریکی ہے"۔

(کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 61)

❁......" مَیں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پر ہوگئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں ایسا ہی **راجہ کرشن** کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا یا یوں کہنا چاہئے کہ روحانی حقیقت کی رو سے مَیں وہی ہوں۔ یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تُو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے **مسیح موعود** ہے"۔

(لیکچر سیالکوٹ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 228)

❁......" اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راستباز مقدس نبی گزر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جاویں سو وہ مَیں ہوں"۔

(براہین احمدیہ حصہ پنجم روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 117-118)

❁......" دنیا میں کوئی نبی نہیں گزرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا۔ سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے مَیں آدمؑ ہوں، مَیں نوحؑ ہوں، مَیں ابراہیمؑ ہوں، مَیں اسحٰقؑ ہوں، مَیں یعقوبؑ ہوں، مَیں اسماعیلؑ ہوں، مَیں موسیٰؑ ہوں، مَیں داؤدؑ ہوں، مَیں عیسیٰؑ بن مریم ہوں، مَیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوں یعنی بروزی طور پر۔ جیسا کہ خدا نے اسی کتاب میں یہ سب نام مجھے دیئے اور میری نسبت جَرِیُ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَ نْبِیَآءِ فرمایا۔ یعنی خدا کا رسول نبیوں کے پیرایوں میں۔ سو ضرور ہے کہ ہر ایک نبی کی شان مجھ میں پائی جاوے اور ہر ایک نبی کی صفت کا میرے ذریعہ سے ظہور ہو...... جو ملک ہند میں کرشن نام ایک نبی گزرا ہے جس کو رُدّر گوپال بھی کہتے ہیں (یعنی فنا کرنے والا اور پرورش کرنے والا) اس کا نام بھی مجھے دیا گیا ہے۔ پس جیسا کہ آریہ قوم کے لوگ کرشن کے ظہور کا ان دنوں میں انتظار کرتے ہیں وہ کرشن مَیں ہی ہوں۔ اور یہ دعوی صرف میری طرف سے نہیں بلکہ خداتعالیٰ نے بار بار میرے پر ظاہر کیا ہے کہ جو کرشن آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا وہ تُو ہی ہے۔ آریوں کا بادشاہ"۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 521-522)

چنانچہ ان دعاوی کی رو سے ضرور تھا کہ یہ مثیل مسیح، امام مہدی، کرشن ثانی، جَرِیُ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَ نْبِیَآءِ، ان تمام مذہبی نزاعوں اور جھگڑوں کے لئے ایک ایسی راہ عمل تجویز کر دیتا جس سے بنی نوع انسان کے لئے تا ابد اپنے مذہبی معاملات کو ہمیشہ کے لئے نپٹانا درست ٹھہرتا۔ اس کی تقریب 1896ء میں یوں پیدا ہوئی کہ ایک نیک دل ہندو محقق کو خیال پیدا ہوا کہ کیوں نہ مذاہب کے تقابل کے لئے چند اہم بنیادی سوالات اٹھا کر ہر ایک مذہب کے ایک نامی عالم سے ان سوالوں کے جواب لئے جائیں اس طرح ہر سعید فطرت پر سچے مذہب کی خوبیاں عیاں ہو جائیں گی۔ اس شخص کا نام سوامی شِو گُن چندر تھا۔ یہ قادیان آیا اور حضرت اقدس سے ملا اور حضور نے اس کی تجویز پر صاد کیا۔ اور جلسے کے لئے مضمون لکھنے کا وعدہ فرمایا۔ سوامی صاحب نے اس جلسہ کے لئے وسیع پیمانہ پر انتظامات کئے۔ اور یہ جلسہ 26 تا 28 دسمبر کو لاہور میں ہونا قرار پایا۔ جلسے میں تمام مذاہب کے عالموں کے لئے پانچ سوالات مشتہر کئے گئے۔

اوّل: انسان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی حالتیں؟

دوم: انسان کی زندگی کے بعد کی حالت یعنی عقبی؟۔

سوم: دنیا میں انسان کی ہستی کی اصل غرض کیا ہے؟ اور وہ کس طرح پوری ہوسکتی ہے،؟

چہارم: کرم یعنی اعمال کا اثر دنیا اور عاقبت میں کیا ہوتا ہے۔

پنجم: علم یعنی گیان اور معرفت کے ذرائع کیا کیا ہیں؟

جلسۂ اعظم مذاہب

ان پانچ سوالوں کے جواب دینے کے لئے ہر مذہب اور مسلمانوں کے مختلف فرقوں سے مختلف افراد نے حامی بھری۔ سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے اس جلسے کے لئے مضمون لکھا اور قبل از وقت اشتہار کے ذریعہ بتا دیا کہ:

" جلسۂ اعظم مذاہب جو لاہور ٹاؤن ہال میں 26-27-28 دسمبر 1896ء کو ہوگا اس میں اس عاجز کا ایک مضمون قرآن شریف کے کمالات اور معجزات کے بارے میں پڑھا جائے گا۔ یہ وہ مضمون ہے جو انسانی طاقتوں سے برتر اور خدا کے نشانوں میں سے ایک نشان اور خاص اس کی تائید سے لکھا گیا ہے...... مجھے خدائے علیم نے الہام سے مطلع فرمایا ہے کہ یہ وہ مضمون ہے جو سب پر غالب آئے گا اور اس میں سچائی اور حکمت اور معرفت کا وہ نور ہے جو دوسری قومیں بشرطیکہ حاضر ہوں اور اس کو اول سے آخر تک سنیں شرمندہ ہو جائیں گی۔ اور ہرگز قادر نہیں ہوں گی کہ اپنی کتابوں کے یہ کمال دکھلا سکیں۔........... میں نے عالم کشف میں اس کے متعلق دیکھا کہ میرے محل پر غیب سے ایک ہاتھ مارا گیا اور اس کے چھونے سے اس محل میں سے ایک نور ساطعہ نکلا جو اردگرد پھیل گیا اور میرے ہاتھوں پر بھی اس کی روشنی ہوئی۔ تب ایک شخص جو میرے پاس کھڑا تھا بلند آواز سے بولا کہ اَللّٰهُ اَکْبَر خَرِبَت خَیْبَر۔ اس کی یہ تعبیر ہے کہ اس محل سے میرا دل مراد ہے جو جائے نزول و حلول انوار ہے اور وہ نورانی معارف ہیں اور خیبر سے مراد تمام خراب مذہب ہیں جن میں شرک اور باطل کی ملونی ہے اور انسان کو خدا کی جگہ دی گئی یا خدا کے صفات کاملہ کو اپنے کامل محل سے نیچے گرا دیا ہے۔ سو مجھے جتلایا گیا کہ اس مضمون کے خوب پھیلنے کے بعد جھوٹے مذہبوں کا جھوٹ کھل جائے گا اور قرآنی سچائی دن بدن زمین پر پھیلتی جائے گی جب تک کہ اپنا دائرہ پورا کرے.........."۔

(اشتہار 21 دسمبر 1896۔ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 293-294)

اس اشتہار کی خوب اشاعت کی گئی اور لاہور میں جگہ جگہ یہ لگا دیا گیا۔ 26 دسمبر کو انجمن حمایت اسلام کے ملکیتی سکول واقع شیرانوالہ گیٹ لاہور کے احاطے میں جلسہ ہوا۔ حضورؑ کا مضمون دوسرے دن، دن کے 1-30 بجے پڑھا گیا۔ حضرت اقدس کی تائید الٰہی اور نور معرفت سے پُرتحریر پر حضرت مولانا عبدالکریم سیالکوٹی سے فصیح البیان کا انداز ادائیگی یوں لگتا تھا کہ سامعین کے سروں پر پرندوں نے ڈیرہ جما لیا ہو۔ مضمون ایک دن ختم نہ ہو سکا کہ وقت ختم ہو گیا۔ دوسرے دن کا وقت دیا گیا، جب وقت ختم ہوا تو ہر فرد کی زبان پر صرف ایک ہی جملہ تھا کہ مضمون بالا رہا۔

لیکن یہاں خاکسار ایک بات عرض کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ اس جلسے کے دوران جن مسلمان علماء نے مضامین پڑھے ان میں ایک نام مولوی محمد حسین بٹالوی کا بھی تھا جنہوں نے اپنی تقریر کے لئے ایک اور عالم دین مولوی عبداللہ ٹونکی سے استدعا کر کے ان کا وقت لیا جبکہ حضور اقدس کو مولوی ابو یوسف مبارک علی صاحب نے اپنا وقت دیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے اپنی تقریر کے آخر میں یہ کہہ کر شامل ہونے والے مسلمانوں کی گردنیں شرم سے جھکا دیں کہ "انبیاء فوت ہو چکے، امت محمدیہ کے بزرگ ختم چکے، بے شک وارث انبیاء ولی تھے، وہ کرامت رکھتے اور برکات رکھتے تھے وہ نظر نہیں آتے زیر زمین ہو گئے، آج اسلام ان کرامت والوں سے خالی ہے، اور ہم کو گزشتہ اخبار کی طرف حوالہ کرنا پڑتا ہے ہم نہیں دکھا سکتے"۔

اس کے بالمقابل جری اللہ فی حلل الانبیاء نے یہ اعلان کیا:

"مَیں بنی نوع پر ظلم کروں گا اگر مَیں اس وقت ظاہر نہ کروں کہ وہ مقام جس کی مَیں نے یہ تعریفیں کی ہیں اور وہ مرتبہ مکالمہ اور مخاطبہ کا جس کی مَیں نے اس وقت تفصیل بیان کی وہ خدا کی عنایت نے مجھے عنایت فرمایا ہے تا مَیں اندھوں کو بینائی بخشوں اور ڈھونڈنے والوں کو اس گم گشتہ کا پتہ دوں اور سچائی کو قبول کرنے والوں کو اس پاک چشمہ کی خوشخبری سناؤں جس کا تذکرہ بہتوں میں ہے اور پانے والے تھوڑے ہیں۔ مَیں سامعین کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ خدا جس کے ملنے میں انسان کی نجات اور دائمی خوشحالی ہے وہ بجز قرآن شریف کی پیروی کے ہرگز نہیں مل سکتا۔ کاش جو میں نے دیکھا ہے لوگ دیکھیں اور جو میں نے سنا ہے وہ سنیں اور قصوں کو چھوڑ دیں اور حقیقت کی طرف دوڑیں"۔

(اسلامی اصول کی فلاسفی روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 442)

یہ تقریر صرف اسلام کی فتح کا ایک نقارہ نہیں تھا اس نے اسلامی علم کلام کو ایک نئی جہت دی۔ مذاہب عالم کے ماننے والوں کے سامنے مذہب کو پرکھنے کا نیا ڈھنگ رکھا۔ اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھنے والے جانتے ہیں کہ آپؑ نے کسی مذہب کو مورد الزام ٹھہرائے بغیر، بدوں کسی مذہب کو اعتراض کا نشانہ بنائے، صرف اپنے مذہب کی کتاب سے دلائل کے انبار لگا دیئے اور دلائل بھی ایسے کہ کسی کو دم مارنے کی مجال نہ ہوسکی۔

مذہبی جھگڑوں کے خاتمہ کا فیصلہ کن طریق

جہاں یہ لیکچر اسلام کو ماننے والوں کے لئے اتنا موثر ثابت ہوا کہ بعد میں آنے والے جیّد علماء جیسے مولوی اشرف علی تھانوی اس کی خوشہ چینی سے باز نہیں رہ سکے اور "احکام اسلام عقل کی نظر میں" جیسی کتاب تصنیف کرتے وقت اسلامی اصول کی فلاسفی کے صفحوں کے صفحے نقل کرنے سے نہیں چوکے تو دوسری طرف غیر مسلم لوگ بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکے۔ ہم جس بات کی طرف اشارہ کر رہے ہیں اس کو دی اینگلو بیلیجین ٹائمز برسلز کے مبصر کے الفاظ میں زیادہ موثر طور پر ادا کیا جا سکتا ہے:

"The Teaching of Islam turns out a wonderful Commentary on the Quran(the muslim scripture it self)The author's method has a further moral, and this is one which to our mind all writers of religion will do well to consider, it is that a religious treaties should be affirmative rather than negative in charachter. It should insist on the beauties of the one system rather than on the defects of another.The teachings of Islam demonstrates the principle in a pre-eminent degree, and the result is that the author has been able without being in the least bitter towards any non muslim

THOMPSON & CO SOLICITORS

Consult us for your legal requirements
such as Immigration & Nationality,
Conveyancing & Employment,
Welfare Benefits, Personal Injury,
Family & Ancillary Proceedings,,
Wills & Probate, Criminal Litigation .

Contact:

Anas A.Khan, John Thompson Solicitors

1st floor 48 Tooting High Street

London SW17 0RG

Tel: 020 8333 0921+020 8767 5005

Mobile: 0780-3298065Fax: 020 8871 9398

system, to guide the reader to an appriciation of muslim fundamentals such as would have been impossible otherwise the book rings with sincerity conviction.

(The Anglo Belgian Times as Quoted in Review OF Religions(English) July 1912

ترجمہ: اسلامی اصول کی فلاسفی مسلمانوں کی الہامی کتاب قرآن کریم کی ایک نہایت عمدہ تفسیر ہے۔ مصنف کا اسلوب بیان ایک مزید اخلاقی معیار قائم کرتا ہے جسے ہمارے نزدیک مذہب پر لکھنے والے تمام مصنفین کو مدنظر رکھنا چاہئے اور وہ یہ کہ مذہبی تصنیف کا انداز منفی نہیں بلکہ مثبت ہونا چاہئے۔ اسے کسی بھی سسٹم کی خوبیاں واضح کرنا چاہئیں نہ کہ محض دوسرے کی خامیاں۔ کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ یہ اصول نہایت واضح طور پر قائم کرتی ہے جس کی بناء پر اس کا مصنف قاری کو اسلام کے بنیادی اصولوں کی ستائش کی ترغیب کی خاطر کسی اور غیر مسلم سسٹم کے خلاف تلخ رویہ اختیار نہیں کرتا۔ اور یہ بات کوئی اور طرز بیان اختیار کرنے سے ممکن نہیں تھی۔ الغرض یہ کتاب خلوص اور حق الیقین کا مرقع ہے“۔

یہ خدمت اسلام کا وہ اسلوب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنایا اور جس کا اقرار ہر ایک نے کیا۔ کلکتہ کے اخبار جنرل و گوہر آصفی نے لکھا:

”جلسہ کی کارروائی سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صرف ایک حضرت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان تھے جنہوں نے اس میدان مقابلہ میں اسلامی پہلوانی کا پورا حق ادا کیا۔“ پھر لکھا:

”حق تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر اس جلسے میں حضرت مرزا صاحب کا مضمون نہ ہوتا تو اسلامیوں پر غیر مذاہب والوں کے روبرو ذلت و ندامت کا قشقہ لگتا مگر خدا کے زبردست ہاتھ نے مقدس اسلام کو گرنے سے بچالیا۔ بلکہ اس کو اس مضمون کی بدولت ایسی فتح نصیب عطا فرمائی کہ موافقین تو موافقین مخالفین سچی فطرتی جوش سے کہہ اٹھے کہ یہ مضمون سب پر بالا ہے، بالا ہے۔ صرف اسی قدر نہیں بلکہ اختتام مضمون پر حق الامر معاندین کی زبان پر یوں جاری ہو چکا کہ اب اسلام کی حقیقت کھلی اور اسلام کا جو انتخاب تیر بہدف کی طرح روز روشن میں ٹھیک نکلا اب اس کی مخالفت میں دم زدن کی کوئی گنجائش ہے ہی نہیں بلکہ وہ ہمارے فخر و ناز کا موجب ہے اس لئے اس میں اسلامی شوکت ہے اور اسی میں اسلامی عظمت اور حق بھی یہی ہے۔“

(جنرل و گوہر آصفی کلکتہ 24جنوری1897ء صفحہ 2)

ایک مختصر سے مضمون میں سیدنا حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت اسلام کا جائزہ لینا ممکن نہیں اس کے لئے تو ایک عمر کی ضرورت ہے۔

لَا نَسْخَ فِی الْقُرْآن کا پُرشوکت اعلان اور عظمتِ قرآن مجید کا قیام

......آپ کے دعوی سے پہلے امت محمدیہ میں یہ عمومی عقیدہ راہ پا چکا تھا کہ قرآن کریم کی بعض آیات ناسخ ہیں اور بعض منسوخ۔ مفسرین نے اپنی اپنی عقلوں کے مطابق اس میں موشگافیاں کیں۔ بعض مفسرین نے پانچ سو آیات کو منسوخ قرار دیا اور کسی نے پانچ آیات کو۔ گویا مسلمان عقیدتاً اس بات کا اظہار کر رہے تھے کہ نعوذ باللہ قرآن کریم شک و شبہ سے خالی نہیں۔ لیکن حکم وعدل امام مہدی علیہ السلام نے آکر اسلام کے چہرے سے جن داغوں کو اتارا ان میں سے ایک داغ یہ بھی تھا۔ آپ نے ہمیشہ کے لئے اس امر کا فیصلہ کر دیا کہ قرآن کریم ناسخ و منسوخ کے ناقص تصور سے بہت بالا ہے۔

......چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

”ہم پختہ یقین کے ساتھ اس بات پر ایمان رکھتے ہیں کہ قرآن شریف خاتم کتب سماوی ہے اور ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع اور حدود اور احکام اور اوامر سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ اور نہ کم ہو سکتا ہے۔ اور اب کوئی ایسی وحی یا ایسا الہام منجانب اللہ نہیں ہو سکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ یا کسی ایک حکم کے تبدیل یا تغیر کر سکتا ہو۔ اگر کوئی ایسا خیال کرے تو ہو تو وہ ہمارے نزدیک جماعت مومنین سے خارج اور ملحد اور کافر ہے“۔

(ازالۂ اوہام۔ روحانی خزائن جلد سوم صفحہ 170)

غرض آپ نے مسئلہ ناسخ منسوخ کا فیصلہ کر دیا اور اپنے کلام نظم و نثر میں جا بجا اس امر کا اظہار کیا کہ قرآن کریم تمام علوم کا سرچشمہ ہے، جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ آپ نے اپنی کتب میں کھول کر بیان کیا کہ وہ تمام امور جو انسان کی اخلاقی اور جسمانی اور روحانی حالتوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کی اصلاح کے حل صرف قرآن کریم میں موجود ہیں۔ مبدء و معاد یعنی آغاز انسانیت سے آخرت تک کے تمام امور پر یہ عظیم کتاب روشنی ڈالتی ہے۔ تمام صداقتوں کا منبع اور سرچشمہ قرآن کریم ہے۔

......چنانچہ فرماتے ہیں:

”وہ زمانہ کہ جس میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے حقیقت میں ایسا زمانہ تھا کہ جس کی حالت موجودہ ایک بزرگ اور عظیم القدر مصلح ربّانی اور ہادی آسمانی کی اشدّ محتاج تھی۔ اور جو جو تعلیم دی گئی وہ بھی واقعہ میں سچی اور ایسی تھی کہ جس کی نہایت ضرورت تھی۔ اور ان تمام امور کی جامع تھی کہ جس سے تمام ضرورتیں زمانہ کی پوری ہوتی تھیں۔ اور پھر اس تعلیم نے اثر بھی ایسا کر دکھایا کہ لاکھوں دلوں کو حق اور راستی کی طرف کھینچ لائی۔ اور لاکھوں سینوں پر لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کا نقش جما دیا اور جو نبوت کی علّت غائی ہوتی ہے یعنی تعلیم اصول نجات کے اس کو ایسا کمال تک پہنچایا جو کسی دوسرے نبی کے ہاتھ سے وہ کمال کسی زمانہ میں بہم نہیں پہنچا۔“

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 112-113)

......”قرآن کریم میں جس قدر خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر۔ تمام مخالفوں کے مقابلہ پر۔ تمام دشمنوں کے مقابلہ پر۔ تمام منکروں کے مقابلہ پر۔ تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر۔ تمام زور آوروں کے مقابلہ پر۔ تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر۔ تمام حکیموں کے مقابلہ پر۔ تمام فلاسفروں کے مقابلہ پر۔ تمام اہل مذاہب کے مقابلہ پر ایک عاجز، ناتوان، بے زر، بے زور ایک امّی ناخوان، بے علم، بے تربیت کو اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دیئے ہیں کیا کوئی ایمانداروں اور حق کے طالبوں میں سے شک کر سکتا ہے کہ یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے۔“

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 266-267 حاشیہ)

......”قرآن شریف اپنی روحانی خاصیت اور اپنی ذاتی روشنی سے اپنے سچے پیرو کو اپنی طرف کھینچتا ہے اور اس کے دل کو منور کرتا ہے اور پھر بڑے بڑے نشان دکھلا کر خدا سے ایسے تعلقات مستحکم بخش دیتا ہے کہ وہ ایسی تلوار سے بھی ٹوٹ نہیں سکتے۔ جو ٹکڑہ ٹکڑہ کرنا چاہتی ہے۔ وہ دل کی آنکھ کھولتا ہے اور گناہ کے گندے چشمہ کو بند کرتا ہے اور خدا کے لذیذ مکالمہ مخاطبہ سے شرف بخشتا ہے اور علوم غیب عطا فرماتا ہے اور دعا قبول کرنے پر اپنے کلام سے اطلاع دیتا ہے۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 308-309)

......پھر فرماتے ہیں کہ:

”وسوسہ ہفتم:۔ کسی کتاب پر علم الٰہی کی ساری صداقتیں ختم نہیں ہو سکتیں پھر کیونکر امید کی جائے کہ ناقص کتابیں کامل معرفت تک پہنچا دیں گی۔

جواب۔ یہ وسوسہ اس وقت تک قابل التفات ہوتا کہ جب برہم سماج والوں میں سے کوئی صاحب اپنی عقل کے زور سے خداشناسی یا کسی دوسرے امر معاد کے متعلق کوئی ایسی جدید صداقت نکالتا جس کا قرآن شریف میں کہیں ذکر نہ ہوتا۔ اور ایسی حالت میں بلاشبہ حضرات برہمو بڑے ناز سے کہہ سکتے تھے کہ علم معاد اور خداشناسی کی ساری صداقتیں کتاب الہامی میں مندرج نہیں۔ بلکہ فلاں فلاں صداقت باہر رہ گئی ہے جس کو ہم نے دریافت کیا ہے۔ اگر ایسا کر کے دکھلاتے۔ تب تو شاید کسی نادان کو کوئی دھوکا بھی دے سکتے۔ پر جس حالت میں قرآن شریف کھلا کھلا دعویٰ کر رہا ہے۔ ﴿مَا فَرَّطْنَا فِی الْکِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ﴾ الجزو نمبر 7 (الانعام: 39) یعنے کوئی صداقت علم الٰہی کے متعلق جو انسان کے لئے ضروری ہے اس کتاب سے باہر نہیں۔ اور پھر فرمایا ﴿یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَهَّرَةً فِیْهَا کُتُبٌ قَیِّمَةٌ﴾ (الجز نمبر 30۔ البینۃ: 3-4) یعنی خدا کا رسول پاک صحیفے پڑھتا ہے۔ جن میں تمام کامل صداقتیں اور علوم اولین و آخرین درج ہیں۔ اور پھر فرمایا: ﴿کِتٰبٌ اُحْکِمَتْ اٰیٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَکِیْمٍ خَبِیْرٍ﴾ الجزو نمبر 11 (ھود: 2) یعنے اس کتاب میں دو خوبیاں ہیں۔ ایک تو یہ کہ حکیم مطلق نے محکم اور مدلل طور پر یعنے علوم حکمیہ کی طرح اس کو بیان کیا ہے۔ بطور کتھا یا قصہ نہیں۔ دوسری یہ خوبی کہ اس میں تمام ضروریات علم معاد کی تفصیل کی گئی ہے۔ اور پھر فرمایا۔ ﴿اِنَّهٗ لَقَوْلٌ فَصْلٌ۔ وَّمَا هُوَ بِالْهَزْلِ﴾ (الطارق 14-15) یعنے علم معاد میں جس قدر تنازعات اٹھیں سب کا فیصلہ یہ کتاب کرتی ہے۔ بے سود اور بیکار نہیں ہے۔ اور پھر فرمایا: ﴿وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ اِلَّا لِتُبَیِّنَ لَهُمُ الَّذِیْ اخْتَلَفُوْا فِیْهِ۔ وَهُدًی وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ﴾۔ الجزو نمبر 14 (نحل: 65) یعنی ہم نے اس لئے کتاب کو نازل کیا ہے تا جو اختلافات عقول ناقصہ کے باعث پیدا ہو گئے ہیں یا کسی عمداً افراط و تفریط کرنے سے ظہور میں آئے ہیں ان سب کو دور کیا جائے۔ اور ایمانداروں کے لئے سیدھا راستہ بتلایا جاوے۔ اس جگہ اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو فساد بنی آدم کے مختلف کلاموں سے پھیلا ہے اس کی اصلاح بھی کلام ہی پر موقوف ہے۔ یعنے اس بگاڑ کے درست کرنے کے لئے جو بیہودہ اور غلط کلاموں سے پیدا ہوا ہے ایسے کلام کی ضرورت ہے جو تمام عیوب سے پاک ہو۔ کیونکہ یہ نہایت بدیہی بات ہے کہ کلام کا رہزدہ کلام ہی کے ذریعہ سے راہ پر آسکتا ہے۔ صرف اشارات قانونِ قدرت تنازعاتِ کلامیہ کا فیصلہ نہیں کر سکتے اور نہ گمراہ کو اس کی گمراہی پر بصفائی تمام ملزم کر سکتے ہیں۔ جیسے اگر جج نہ مدعی کی وجوہات بہ تصریح قلمبند کرے، نہ مدعا علیہ کے عذرات کو بدلائل قاطعہ توڑے۔ تو پھر کیونکر ممکن ہے کہ صرف اس کے اشارات سے فریقین اپنے اپنے سوالات واعتراضات و وجوہات کا جواب پالیں۔ اور کیونکر ایسے مبہم اشارات پر جن سے کسی فریق کا باطمینان کامل رفع عذر نہیں ہوا حکم اخیر مترتب ہو سکتا ہے۔ اسی طرح خدا کی حجت بھی بندوں پر تب ہی پوری ہوتی ہے کہ جب اس کی طرف سے یہ التزام ہو کہ جو لوگ غلط تقریروں کے اثر سے طرح طرح کی بدعقیدگی میں پڑ گئے ہیں ان کو بذریعہ اپنی کامل و صحیح تقریر کے غلطی پر مطلع کرے اور مدلل اور واضح بیان سے ان کا گمراہ ہونا ان کو جتلا دے۔ تا اگر اطلاع پا کر پھر بھی وہ باز نہ آویں اور غلطی کو نہ چھوڑیں تو سزا کے لائق ہوں۔ خدائے تعالیٰ ایک کو مجرم ٹھہرا کر پکڑ لے اور سزا دینے کو طیار ہو جائے۔ مگر بیان واضح سے اس کے دلائل بریت کا غلط ہونا ثابت نہ کرے اور اس کے دلی شبہات کو اپنی کھلی کلام سے نہ مٹا دے۔ کیا یہ اس کا منصفانہ حکم ہوگا؟ پھر اسی کی طرف دوسری آیت میں بھی اشارہ فرمایا۔ ﴿هُدًی لِّلنَّاسِ وَبَیِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰی وَالْفُرْقَانِ﴾۔ الجزو نمبر 2 (البقرۃ: 186)۔ یعنے قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلافات اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔ اور پھر اسی جامعیت کے بارے میں فرمایا۔ ﴿وَکُلَّ شَیْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِیْلًا﴾ الجزو نمبر ۱۵ (بنی اسرائیل: 13)۔ یعنے اس کتاب میں ہر ایک علم دین کو بہ تفصیل تمام کھول دیا ہے۔ اور اس کے ذریعہ سے انسان کی جزئی ترقی نہیں بلکہ یہ وہ وسائل بتلاتا ہے اور ایسے علوم کاملہ تعلیم فرماتا ہے جن سے کلّی طور پر ترقی ہو۔ اور پھر فرمایا۔ ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ تِبْیَانًا لِّکُلِّ شَیْءٍ وَّهُدًی وَّرَحْمَةً وَّبُشْرٰی لِلْمُسْلِمِیْنَ﴾ الجزو نمبر ۱۴ (النحل: 90) یعنے یہ کتاب ہم نے اس لئے تجھ پر نازل کی کہ تا ہر یک دینی صداقت کو کھول کر بیان کر دے اور تا یہ بیان کامل ہمارا ان کے لئے جو اطاعت الٰہی اختیار کرتے ہیں موجب ہدایت و رحمت ہو۔ اور پھر فرمایا۔ ﴿الٓرٰ۔ کِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَیْکَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ﴾ الجزو نمبر ۱۳۔ (ابراهیم: 2) یعنے یہ عالیشان کتاب ہم نے تجھ پر نازل کی تا کہ تو لوگوں کو

باقی صفحہ نمبر 9 پر ملاحظہ فرمائیں

MOT
Cars: £38 Vans: £40
Servicing, Tyres & Exhausts.
Mechanical Repairs
All Makes & Models
Rutlish Auto Care Centre
Rutlish Road
Wimbledon - London
Tel: 020 8542 3269

خطبہ جمعہ

مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اپنے مسائل خود حل کرنے کی بجائے ان مغربی ممالک کے مرہونِ منت ہیں جو انہیں مزید اپنے شکنجہ میں جکڑتے چلے جارہے ہیں۔

اگر مسلم اُمّہ تقویٰ پر چلے تو پھر اس پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق رحم ہوگا اور آئے دن کی زیادتیوں اور ظلموں سے ان کی جان بچے گی۔ اس تقویٰ کے حصول کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس زمانے کے امام کو مان لیں

عرب دنیا میں عیسائیت نے بھرپور حملہ کیا ہوا ہے۔ صرف جماعت احمدیہ ہے جو اُن کے اعتراضات کے جواب دے رہی ہے۔ احمدیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ مسلمانوں کو سمجھائیں بھی اور ان کے لئے دعا بھی کریں کیونکہ اُمّت اس وقت بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہے۔

(عالم اسلام کے بگڑتے ہوئے نہایت ہی خوفناک اور دردناک حالات پرگہرے دُکھ اورکرب کا اظہار اور دعاؤں کی خاص تحریک)

خطبہ جمعہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز-فرمودہ 17/مارچ2006ء بمطابق17/امان1385ہجری شمسی بمقام مسجد بیت الفتوح ،لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کررہا ہے)

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيكَ لَهٗ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ

أَمَّا بَعْدُ فَأَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ- بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِالْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَاالضَّآلِّيْنَ ۔

آج سے تقریباً 15-16 سال پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے عالم اسلام کی حالت کا نقشہ کھینچا تھا کہ اپنوں اور غیروں نے مسلمانوں کو جو نقصان پہنچایا ہے، یا اُس وقت پہنچارہے تھے اور جو اَب تک پہنچارہے ہیں۔ اور خاص طور پر عرب دنیا کی جو حالت ہے اور جس میں مزید بگاڑ پیدا ہو رہا ہے اور مغرب کے بعض ممالک اپنی گرفت میں رکھنے کے لئے ان عرب ممالک کی جو حالت بنارہے ہیں یا جو اُس وقت بنارہے تھے، ابھی تک وہی حالت چل رہی ہے۔ اس کا نقشہ جیسا کہ مَیں نے کہا آپ نے اپنے خطبات میں کھینچا تھا اور کئی خطبات اس بارے میں ارشاد فرمائے تھے جس میں مسلمانوں کو بھی اس خوفناک حالت سے باہر نکلنے کے مشورے دیئے تھے اور جماعت کو بھی توجہ دلائی تھی کہ عالم اسلام کے لئے دعا کریں کیونکہ بہت ہی خوفناک حالات اسلامی دنیا اور خاص طور پر عرب دنیا کے نظر آرہے ہیں۔ اسلامی دنیا کو جو مشورے آپ نے دیئے تھے اُن پر تو ظاہر ہے ہمیشہ کی طرح اسلامی دنیا کے لیڈروں نے نہ توجہ دینی تھی اور نہ دی۔ اور جو تجزیہ آپ نے کیا تھا اور جو نتائج اخذ کئے تھے عین اسی کے مطابق ہم نے نتائج دیکھے۔

دس بارہ سال کی انتہائی سختیوں کے بعد عراق کو جس طرح تہس نہس کیا گیا وہ تمام حالات ہمارے سامنے ہیں۔ آج بھی بظاہر پرانی حکومت کو اُلٹانے اور بظاہر نئی جمہوری حکومت لانے کے باوجود جو آگ لگی ہوئی ہے یا جو آگ اس وقت لگی تھی اس میں روز بروز شدت پیدا ہوتی جارہی ہے۔ اب اخباروں میں ہر جگہ یہ شور ہے کہ عراق میں سول وار (Civil War) کا خطرہ ہے۔ کل پھر ایک بڑا خوفناک ہوائی حملہ ہوا ہے، انہوں نے یہ حملہ ریگستان میں کیا ہے، کہتے یہی ہیں کہ یہاں کچھ لوگ چھپے ہوئے تھے، اور کچھ اسلحہ کے ڈپو تھے ان کو تباہ کرنا ضروری تھا۔ تو بہرحال جو آگ بھڑکی تھی وہ اب تک بھڑکتی چلی جارہی ہے۔ اس سے یقیناً ایک احمدی کا دل دکھتا ہے کیونکہ مسلمان کہلانے والوں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والوں کی یہ حالت انتہائی تکلیف دہ ہے۔ اس لئے ہمیں انتہائی درد سے مسلم اُمّہ کے لئے دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں آپس کی دشمنیوں سے بھی بچائے اور بیرونی دشمنوں سے بھی بچائے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی لیڈرشپ اور رہنمائی کو ہوش مند ہاتھوں میں دے جن کے اپنے ذاتی مفاد نہ ہوں۔ بدقسمتی سے مسلمانوں کو جو بھی قیادت اب تک ملی ہے، اِلّا ماشاء اللہ، تمام اپنے ذاتی مفاد کو ترجیح دیتے رہے ہیں اور جو ملکی مفاد کی خاطر کام کرنے والے تھے انہیں اندرونی اور بیرونی سازشوں نے ناکام کردیا۔

گزشتہ دنوں ایک کتاب نظر سے گزری۔ یہ کتاب ایک امریکن کی ہے اس نے اپنے ہی ملک کی حکومت کا مختصر طور پر نقشہ کھینچا ہے کہ وہ ان ملکوں میں کیا طریقہ واردات اختیار کرتے ہیں۔ وہ بھی اس میں ایک عرصہ تک کام کرتا رہا ہے۔ پہلے بھی یہ لوگ لکھتے رہے ہیں لیکن یہ نئی کتاب ہے کہ کس طرح مختلف کمپنیوں کے ذریعے سے یہ تیسری دنیا کے ممالک کو اپنے قابو میں کرتے ہیں اور پھر ہمیشہ کے لئے انہیں اپنے زیرنگیں کرلیتے ہیں۔ اس کے مطابق اگر مختلف مالی اداروں کے ذریعے سے ان غریب ممالک کو یا ترقی پذیر ممالک کو انڈسٹری وغیرہ لگانے کے لئے کوئی امداد دی جاتی ہے یا کوئی پروجیکٹ شروع کیا جاتا ہے تو اگر سو ڈالر کی امداد دی جاتی ہے تو حقیقتاً صرف تین ڈالر اس قوم کے مفاد میں استعمال ہو رہے ہوتے ہیں جسے امداد دی جاتی ہے اور باقی صرف احسان ہوتا ہے۔

اس نے لکھا ہے کہ عرب ممالک اور ایران وغیرہ کی ہمارے نزدیک ایک خاص اہمیت ہے یعنی امریکہ یا مغربی ممالک کے نزدیک، اس لئے ان کو اپنے زیرنگیں رکھنا انتہائی ضروری ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ عراق کے تیل کے ذخائر جہاں ہیں ان کی اہمیت کے علاوہ اس کے دو دریاؤں دجلہ اور فرات کی وجہ سے جو پانی کے وسائل ہیں ان کی بھی اہمیت ہے۔ کہتا ہے اس وجہ سے خطے کی بڑی اہمیت ہے اور اس کے مطابق، بعض اندازے جو لگائے گئے ہیں، عراق میں سعودی عرب سے بھی زیادہ تیل کے ذخائر ہیں۔ اس کے علاوہ جغرافیائی لحاظ سے بھی بڑی اہمیت ہے اس لئے اس کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا۔ یہ کتاب لکھنے والے جان پرکنز (John Perkins) ہیں انہوں نے یہ ساری صورتحال لکھی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ غلط لکھی ہے لیکن بعد کے جو حالات ہیں وہ بتارہے ہیں کہ جو باتیں بھی لکھیں صحیح لکھتے رہے۔ کیونکہ یہ کم وبیش باتیں ایسی ہیں جو اس کتاب کے لکھے جانے سے 10-12 سال پہلے ہی جیسا کہ مَیں نے کہا اپنے خطبات کے سلسلے میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ بیان کرچکے ہیں۔ اس وقت کی خبروں کے حساب سے یعنی جب پہلی دفعہ 1991ء میں عراق پر حملہ کیا گیا تھا مغربی رہنماؤں نے یہ بیان دیئے تھے کہ ہمیں عراق کے تیل میں کوئی دلچسپی نہیں ہے، ہمیں اگر دلچسپی ہے تو دنیا میں امن قائم کرنے میں دلچسپی ہے۔ اس لئے جو بھی امن کو نقصان پہنچاتا ہے اسے سزا دینی ضروری ہے اور دیکھیں اب یہ سزا اتنی سخت ہے اور اتنی لمبی ہوگئی ہے کہ 16-17 سال ہوگئے ہیں مگر وہ سزا دیتے چلے جارہے ہیں۔

یہ بھی مسلمانوں کی بدقسمتی ہے کہ اپنے مسائل خود حل کرنے کی بجائے ان مغربی ممالک کے مرہون منت ہیں، ان کے آلہ کار بنتے چلے جارہے ہیں۔ ان مغربی رہنماؤں کے عراق کے تیل سے عدم

دلچسپی کے دعوی کی اس کتاب نے قلعی کھولی ہے۔ ایران سے بھی ان لوگوں کو اس لئے دلچسپی ہے اور اس پر ان مغربی ملکوں کی بات نہ ماننے پر پابندیاں عائد کرنے کے بارے میں غور شروع بھی ہو چکا ہے، بلکہ کارروائی بھی شروع ہو چکی ہے کہ وہاں بھی تیل کے ذخائر ہیں کیونکہ وہاں ایک لمبے عرصے سے جو ایران کی حکومت ہے اس کو ختم کر کے اپنی مرضی کی جمہوری حکومت قائم کرنے کے منصوبے بن رہے تھے۔

اس کتاب والے نے یہ بھی لکھا ہے کہ شاہ ایران کے وقت میں بھی 52-1951ء کی بات ہے جب ایک مغربی آئل کمپنی کے خلاف بعض وجوہ کی بنا پر اس وقت کے وزیر اعظم نے کارروائی کی تو ایران میں ان ملکوں کی طرف سے ایسے حالات پیدا کر دیئے گئے کہ عوام میں حکومت اور وزیر اعظم کے خلاف جلسے جلوس نکالے جانے شروع ہو گئے جس کے نتیجے میں اس کی حکومت ختم ہو گئی۔ اور پھر شاہ ایران کے ذریعے سے اپنی من مانی کے کام کروائے گئے۔ تو اب گزشتہ دنوں (3-4 دن پہلے) پھر اخبار میں تھا کہ آج کل امریکہ ایران کے خلاف، اس کی ایٹمی توانائی کے خلاف جو پابندیاں لگانا چاہتا ہے اگر ایران نے بات نہ مانی تو ایسے حالات پیدا کر دیئے جائیں گے کہ عوام کو ایرانی رہنماؤں سے علیحدہ کیا جائے، ان کے اندر ایسی صورت حال اور بے چینی پیدا کی جائے کہ اندر سے عوام اٹھ کھڑے ہوں اور پھر یہ ہے کہ ساتھ بیرونی پابندیاں بھی لگانی شروع کی جائیں گی۔ تو یہ سب باتیں ثابت کرتی ہیں، چاہے وہ عراق ہو، ایران ہو یا کوئی اور اسلامی ملک ہو کہ اسلامی دنیا کے خلاف یہ کارروائیاں ہو رہی ہیں اور ہوتی رہیں گی اور خاص طور پر ایسے ممالک جن کے پاس وسائل بھی ہیں، بعض قدرتی وسائل ہیں اور امکانات ہیں کہ وہ ترقی یافتہ ملکوں کی صف میں کھڑے ہو جائیں۔ یا جن کے بارے میں مغرب کے بعض ملکوں کو یہ شک ہے کہ ان کے مقابل پر کھڑے ہو کر یہ ملک ان کی پالیسیوں سے اختلاف کر سکتے ہیں، تو ان کے خلاف بہرحال کارروائیاں ہوتی ہیں۔

پس اسلامی ملکوں کے لئے یہ غور کا مقام ہے کہ اب بھی سبق حاصل کر لیں۔ جو نصیحت آج سے 16 سال پہلے ان کو کی گئی تھی اس سے انہوں نے سبق حاصل نہیں کیا تھا، اس کو دوبارہ دیکھیں۔ ایک ملک تو راکھ کا ڈھیر ہو گیا لیکن بدقسمتی سے وہاں کے عوام کو اب بھی عقل اور سمجھ نہیں آ رہی۔ غلط رہنماؤں کے ہاتھوں میں جو رہنما اپنے ذاتی مفاد رکھتے ہیں یا جو بیرونی طاقتوں کے آلہ کار بنے ہوتے ہیں، عوام بھی ان کی باتوں میں آ کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے کی دوڑ میں لگے ہوئے ہیں۔ وہاں پچھلے دنوں مزاروں پہ حملہ ہوا۔ اس کے علاوہ خودکش حملے ہوتے رہتے ہیں تو اپنے ہی لوگ تھے جو مرے۔ فرقہ واریت نے ان لوگوں کو اندھا کر دیا ہے۔ ہر خودکش حملہ میں اپنی قوم کے لوگ مارے جاتے ہیں، شاید ایک آدھ ان میں غیر ملکی فوجی مرتا ہو۔ باقی دسیوں ان کے اپنے لوگ مارے جا رہے ہوتے ہیں۔ یہ کہاں کی عقلمندی ہے، اور کون سا انصاف ہے یا کونسا اسلام ہے؟ جو عراق میں آجکل ظاہر ہو رہا ہے۔ ان ملکوں کی انہی حرکتوں کی وجہ سے جو مغربی طاقتیں اپنے خیال میں وہاں انصاف اور جمہوریت قائم کرنے آئی ہیں وہ فائدہ اٹھا رہی ہیں۔ ہر خودکش حملہ جو روزانہ وہاں ہوتا ہے ان کو وہاں سے نکالنے کی بجائے وہاں رکھنے کا جواز مہیا کر رہا ہے۔ گو وہ کہتے یہی ہیں کہ ہم اپنے پروگرام کے مطابق چلے جائیں گے اور انخلاء شروع ہو چکا ہے اور یہ مکمل ہو جائے گا۔ لیکن یہ حرکتیں، جواز بہرحال مہیا کر رہی ہیں۔ ٹھیک ہے اس وجہ سے ان بیرونی ملکوں کی فوجوں میں کچھ خوف کی صورت بھی پیدا ہوئی ہے۔ لیکن جن حکومتوں کو اپنی انا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہو ان کو کسی جانی نقصان کی پرواہ نہیں ہوتی۔ تو جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے، ان مغربی ملکوں کے جو عراق کی جنگ میں ملوث ہیں مالی اور اقتصادی فوائد ہیں اس لئے بہرحال یہ کوشش کریں گے کہ اس ملک میں اپنی مرضی کی حکومت قائم کی جائے تاکہ اس راکھ کے ڈھیر ملک کی بحالی کے کام میں اس ملک کے تیل کی دولت سے یہ خزانے بھر سکیں۔

گزشتہ دنوں (2-3 دن ہوئے) اخبار میں ایک خبر تھی کہ ان مغربی ملکوں نے بحالی کے کام میں اب تک کئی بلین ڈالرز کمائے ہیں۔ انہی کا پیسہ انہی پر خرچ کر کے ان پر احسان بھی جتا رہے ہیں کہ دیکھو ہم نے تمہارے لئے بحالی کے منصوبے کتنی جلدی بنا کر دیئے ہیں۔ پانی مہیا کر دیا، بجلی مہیا کر دی، سڑکیں بنا رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ بنا تو رہے ہیں لیکن ساتھ ہی اپنے خزانے بھی بھر رہے ہیں۔ تو یہ نہایت ہی پریشان کن حالت ہے۔

خلیج کے بحران کے خطبات میں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ مسلمان ممالک ہوش میں آئیں اور ان طاقتوں سے کہیں کہ ہم ان ممالک کو جو آپس میں لڑنے والے ہیں خود ہی سنبھال لیں گے تم دخل نہ دو۔ لیکن یہ مسلمان ممالک بھی ان کے مددگار بنے رہے۔ اور ابھی تک بنے ہوئے ہیں۔ اب بھی اگر یہ مسلمان ملک مل کر کہیں کہ ہم مل کر امن قائم کروا دیں گے اگر مغربی طاقتیں نکل جائیں، تو شاید عراق میں کوئی امن کی صورت پیدا ہو جائے اور باقی ان ملکوں میں بھی امن کی صورت پیدا ہو جائے۔ افغانستان کا بھی یہی حال ہے۔ ایران بھی ان ملکوں کے خطرناک عزائم کی لپیٹ میں آنے والا ہے۔ لیکن اگر یہ لوگ یہاں سے نکل جائیں اور یہ بھی آپس میں بھائی بھائی بن کر رہیں اور اس حدیث پر عمل کرنے والے ہوں کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو سامنے رکھنے والے ہوں کہ ﴿اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ﴾ (الحجرات:11) کہ مومن تو بھائی بھائی ہوتے ہیں پس اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کروایا کرو اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ تو شاید بچ جائے۔

ایک تو عراق کے اندر جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اگر مسلمانوں کی طرف سے صلح کی کوشش ہو تو شاید کامیابی ہو جائے ورنہ یہ بدامنی اور آگیں اور خودکش حملے اور ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان کے ہاتھوں قتل، پتہ نہیں پھر کب تک چلتا چلا جائے گا۔

پھر بعض طاقتوں کی ایران کے اوپر نظر ہے اور زور یہ دے رہے ہیں کہ جو ایران اپنی ایٹمی توانائی پر امن مقاصد کے لئے استعمال کر رہے ہیں، جوہری توانائی استعمال کر رہے ہیں وہ بھی استعمال نہیں کرنا۔ کیونکہ اس سے پھر آگے نقل کر وہ اس کو دوسرے مقاصد کے لئے بھی استعمال کریں گے۔ یہ حکومتیں اپنے لئے ہر حق رکھتی ہیں کہ ہم جو چاہیں کریں لیکن دوسرا نہیں کر سکتا۔ تو مسلمان ممالک اگر مل کر یہ جائزہ لے لیں، ایران کو بھی سمجھائیں، بھائی بھائی بن کے بیٹھیں اور اس بات کی تسلی کر لیں اور دنیا کو پھر اس بات کی ضمانت دے دیں کہ ہم جو مسلمان ممالک ہیں ہر چیز انسانی فلاح و بہبود کے لئے کرنے والے ہیں، غلط کام نہیں کریں گے تو سارے معاملات سلجھ جائیں گے اور سلجھ سکتے ہیں لیکن یہ بھی ہے کہ پھر تم بھی ہمیں یہ ضمانت دو گے کہ آئندہ ہمارے معاملات میں تم کبھی دخل نہیں دو گے۔ تعمیری منصوبوں کے لئے اگر ہمیں مدد چاہئے ہو گی تو لے لیں گے، فوجی کارروائیاں ہمارے ملکوں کے خلاف نہیں ہوں گی۔ اگر اس طرح ہو تو معاملے سلجھ سکتے ہیں۔

لیکن بدقسمتی سے مسلمان ممالک بظاہر یہ کوشش کر نہیں سکتے اور ضمانت دے نہیں سکتے کیونکہ تقویٰ کی کمی کی وجہ سے ایک دوسرے کو دھوکہ دیتے رہے ہیں اور دے رہے ہیں۔ سعودی عرب کی مثال ہے، یہ مثال حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بھی اپنے خطبات میں دی تھی کہ اس کی اسلامی دنیا سے غدّاریاں تاریخی نوعیت کی ہیں اور ہمیشہ دھوکہ دیتا رہا ہے۔ اس بات کو یہ امریکن جس کی کتاب کا مَیں نے ذکر کیا ہے اس نے بھی لکھا ہے کہ سعودی عرب تو اب اس طرح مغرب اور امریکہ کے شکنجے میں ہے کہ اس سے نکل نہیں سکتا۔ اس نے لکھا کہ موجودہ حکومت کو قائم رکھنے کی ضمانت امریکہ نے اس شرط پر دی ہے کہ ہمارے مفادات کی حفاظت کرو گے۔ تو اللہ تعالیٰ کا جو یہ حکم ہے کہ تقویٰ اختیار کرو، وہی ان میں ختم ہو گیا ہے تو امن کس طرح قائم کروا سکتے ہیں۔ حالانکہ مکّہ اور مدینہ کی وجہ سے اس خاندان کا اور سعودی عرب کا مسلمانوں پر بڑا اثر ہو سکتا ہے، اگر تقویٰ سے کام لیں۔ اور امریکہ کا خوف رکھنے یا مغرب کا خوف رکھنے کی بجائے خدا کا خوف رکھنا ثابت کر دیں۔ تو تمام مسلمان ممالک جن کو ان سے شکوے بھی ہیں وہ بھی ان کی بات ماننے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔ لیکن یہ اتنے بدنام ہو چکے ہیں کہ اب اگر نیک نیت ہو بھی جائیں اور یہ کوشش بھی کریں تو پھر بھی اپنی ساکھ قائم کرنے میں ان کو کئی سال لگیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی فلاح کا جو وعدہ کیا ہے، یہ تقویٰ کے ساتھ مشروط ہے۔ تو اگر اپنی دنیاوی ہوا و ہوس نہ چھوڑی تو جیسا کہ آثار ہیں عراق کے بعد اب ایران پر بھی پابندیاں ہیں اور ہو سکتا ہے اور بھی سختیاں ہوں۔ پھر کہتے تو یہی ہیں کہ حملہ نہیں کریں گے لیکن کوئی بعید نہیں۔ پھر کسی اور ملک پر پابندیاں ہوں گی اور اس کی تباہی ہو گی۔ پھر ایک ایک کر کے تمام مسلمان ملک اپنی ابتری اور تباہی کی طرف قدم بڑھا رہے ہوں گے یا کم از کم ان کی لسٹ میں ہوں گے۔ اور اگر کوئی بچنے کی صورت ہو گی تو جن کے قدرتی وسائل ہیں وہ اپنے قدرتی وسائل اپنی اقتصادیات ان لوگوں کے قبضے میں دے رہے ہوں گے۔

تو اسلامی دنیا کو اس طرف کسی طرح توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔ جماعت کے خلفاء نے ان کو ماضی میں بھی اس بارے میں سمجھانے کی کوشش کی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے بڑی تفصیل سے سمجھایا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے 16-17 سال پہلے سمجھایا لیکن ان لوگوں نے ان باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی، کوئی وقعت نہیں دی۔ بلکہ دنیا کے ہر ملک میں احمدیت کی مخالفت پہلے سے زیادہ بڑھ کے ہونے لگی۔ اگر ہم کوشش کریں بھی تو اب بھی شاید ہماری آواز پر کوئی توجہ نہ دے۔ لیکن ہر احمدی کو دعا کے ساتھ ساتھ مسلمان اُمّت کو سمجھانا چاہئے کہ اُمّت کی کھوئی ہوئی ساکھ بحال کرنے کا ایک ہی حل ہے کہ تقویٰ کی راہوں پر قدم مارتے ہوئے آپس میں ایک ہونے کی کوشش کرو۔ جو بھی زرخیز ذہن کے رہنما ہیں وہ مل کر بیٹھیں اور سوچیں کہ کیا وجہ ہے کہ مختلف وقتوں میں جو کوششیں ہوتی رہیں کہ مسلم اُمّہ ایک ہو جائے اور مسلمان ممالک کا خیال رکھے۔ اسلامی ممالک کی تنظیم بھی قائم کی گئی لیکن پھر بھی ہر معاملے میں مغرب کے دست نگر ہیں۔ نہ عرب ایک قوم بن کر عربوں کو اکٹھا کر سکے یعنی اس طرح اکٹھا ہونا جس سے ایک طاقت کا اظہار ہو۔ نہ پھر بڑے دائرے میں مسلمان ممالک ایک ہو کر اپنی حیثیت منوا سکے۔ اس کی کیا وجوہات ہیں۔ کئی وجوہات تو پہلے بیان ہو چکی ہیں جن کا مَیں ذکر کر چکا ہوں حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے بیان کی تھیں۔ لیکن اہم وجہ جو

ہے اُس طرف یہ لوگ آنا نہیں چاہتے یعنی جو اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تقویٰ کی راہ اختیار کرو۔ اور یہ راہ اب اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانے بغیر ان کو مل نہیں سکتی۔ اس لئے یہ جو کہا جاتا ہے کہ اگر مسلم اُمّہ تقویٰ پر چلے تو پھر اس پر اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق رحم ہوگا اور آئے دن کی زیادتیوں اور ظلموں سے ان کی جان بچے گی۔ لیکن یہ اگر، بہت بڑا اگر ہے۔ جس کی طرف جیسا کہ مَیں نے کہا یہ لوگ آنا نہیں چاہتے، زمانے کے امام کو ماننے کی طرف سوچنا نہیں چاہتے۔

تو احمدی کی ذمہ داری صرف اتنی نہیں ہے کہ جہاں تک بس چلے ان کو سمجھائے کہ مسلمان ایک قوم ہونے کی کوشش کریں تا کہ ان کی دنیاوی طاقت اور ساکھ قائم ہو۔ دشمن کو ان کی طرف آنکھ اٹھانے سے پہلے کئی دفعہ سوچنا پڑے کیونکہ یہ ایک طاقت ہیں۔ یہ اظہار ہو کہ مسلمان بھی ایک طاقت ہیں۔ یا پھر احمدی ان کے لئے دعا کریں۔ یہ دعا بھی بہت اہم چیز ہے بلکہ سب سے اہم چیز دعا ہی ہے اور بڑا ضروری ہتھیار ہے۔ اور ساتھ ہی ایک مہم کے ساتھ ان لوگوں کو، مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی بھی کوشش کی جائے کہ اس زمانے کے امام کو مانے بغیر نہ تمہاری طاقت قائم ہو سکتی ہے، نہ تمہارے اندر تقویٰ پیدا ہو سکتا ہے۔ ملکوں ملکوں میں فرقہ بندی ہے، یعنی اس وجہ سے اندرونی بٹوارے ہوئے ہوئے ہیں۔ پھر ایک ملک دوسرے ملک سے اس فرقہ بندی کی وجہ سے خار کھاتا ہے۔ غیروں کے ہاتھوں میں کھلونا بنے ہوئے ہیں اور یہ اسی حالت زار کا نتیجہ ہے کہ عرب دنیا میں عیسائیت نے بھرپور حملہ کیا ہوا ہے۔ مَیں نے بچوں کی کہانیوں کی ایک کتاب دیکھی۔ اس میں حضرت عیسیٰؑ کے ماننے والوں کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں پر کہانی کہانی میں فوقیت ظاہر کی گئی ہے۔ اور آخر میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسلمان بچہ مایوس ہو کر عیسائیت کے بارے میں سوچتا ہے۔ اور آج کل کیونکہ ترقی کے لئے، دنیا کے علوم سمجھنے کے لئے انگریزی زبان کو ضروری سمجھا جاتا ہے اس لئے انگریزی زبان سکھانے کے بہانے اس قسم کی کہانیاں بچوں میں متعارف کروائی جا رہی ہیں۔ تو یہ بھی ایک لمبے عرصے کی منصوبہ بندی ہے۔ عیسائیت خود تو ان ممالک میں مذہب کے لحاظ سے آہستہ آہستہ ختم ہوگئی ہے یا ہو رہی ہے۔ لوگ مذہب سے لاتعلق ہیں۔ نام کے عیسائی ہیں، عمل تو کوئی نہیں۔ تو ان کے خیال میں چند نسلوں کے بعد اس طریقے سے، جو اب بچوں میں اختیار کیا گیا ہے اسلام پر عمل کرنے والے بھی نہیں رہیں گے۔ اور یوں اِن تیل پیدا کرنے والے اور قدرتی وسائل رکھنے والے ممالک کی اقتصادیات پر بلا کسی خطرے کے ان کا قبضہ ہو جائے گا۔

پھر عرب دنیا میں آج کل اسلام پر پادریوں کے ذریعے سے بھی بڑے بڑے اعتراض ہو رہے ہیں۔ اور مصر تک کے علماء جو اپنے آپ کو اسلام کا بڑا علمبردار سمجھتے ہیں ان کو جواب نہیں دیتے۔ اور سنا یہ ہے کہ باقاعدہ یہ پالیسی ہے اور کہا گیا ہے کہ جواب نہیں دینا۔ تو یہ ان کا حال ہے۔ اور آج اگر ان کو جواب دینے کی جرأت پیدا ہوئی ہے تو جماعت احمدیہ کو۔ اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے عرب دنیا میں ایم ٹی اے کے ذریعہ سے مصطفیٰ ثابت صاحب کا جو پروگرام چلایا گیا تھا یہ کافی اثر پیدا کر رہا ہے۔ کئی عربوں نے بڑا سراہا ہے۔

تو جس طرح ان مغربی ملکوں کے اپنے ہی لوگ اپنے اندر کی باتیں بعض دفعہ بتا دیتے ہیں کہ ان کو قابو کرنے کے کیا کیا طریقے ہیں، ان پر قبضہ کرنے کے کیا کیا طریقے ہیں۔ تجارت کے ذریعے سے، حکومتوں میں جوڑ توڑ کے ذریعے سے۔ اور بدقسمتی سے مسلمان حکومتیں بڑی جلدی اس جوڑ توڑ میں شامل ہو جاتی ہیں۔ پھر جو نہ مانے پھر طاقت کے ذریعے سے حملہ ہوتا ہے۔ اور اب جیسا کہ مَیں نے بتایا انہوں نے یہ نیا طریقہ اختیار کیا ہے۔ دوبارہ عیسائیت کی تعلیم کے ذریعہ سے بڑی تیزی سے اسلام پر حملے کا یہ طریقہ اختیار کیا جا رہا ہے کہ عیسائیت کی خوبیاں بیان کرو اور مسلمانوں میں اسلام کے بارے میں غلط فہمیاں پیدا کرو۔ ان کو پتہ ہے کہ عیسائیت کی خوبیاں بیان کریں گے تو یہ اس کا جواب دے نہیں سکتے، کیونکہ آج اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کسی کے پاس اس کا جواب نہیں ہے۔ اور اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے پروگرام بڑے کامیاب چل رہے ہیں۔ ان لوگوں کی تو سوچنے کی صلاحیتیں ہی ختم ہو چکی ہیں کہ کس کس طریقے سے ان پر حملے ہو رہے ہیں اور کس طرح اسلام کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے، اسلامی ممالک کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے۔ اور یہ عقل جس طرح کہ مَیں نے کہا ماری جانی تھی کیونکہ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مانے بغیر اس کا جواب نہیں تھا اور آپؑ کو مان کر ہی دنیا میں اسلام کی عظمت بحال ہونی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جس طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے لوگوں کو پاک کیا تھا، شریعت کے احکامات پر عمل کرنے والا بنایا تھا، حکمت کی باتیں سکھائی تھیں، اور ایک قوم بنا کر ایک طاقت بخشی تھی اسی طرح آج بھی یہ سب کچھ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی قائم ہونا ہے۔ کیونکہ پیشگوئیوں کے مطابق جو اندھیرا زمانہ تھا ایک ہزار سال کے عرصہ کا جس کے بعد مسیح موعود و مہدی موعود کا ظہور ہونا تھا تو اس کے بعد خود بخود یہ علم وحکمت اور دین کی باتیں تو دلوں میں بیٹھنی شروع ہو جاتی تھیں۔ بلکہ اس چیز سے انہیں لوگوں نے فائدہ اٹھانا تھا جنہوں نے اس مسیح و مہدی کو ماننا تھا۔ پس اب اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق یہ تقویٰ اور یہ علم وحکمت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی قائم ہونی ہے اور اسلام کا غلبہ اور اس کی ساکھ دوبارہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ماننے والوں نے ہی قائم کرنی ہے انشاء اللہ۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (الجمعۃ:4)۔ تو یہ لوگ جو مسیح محمدی کے ذریعے سے اس پاک نبی کی امت سے جوڑے گئے ہیں ان لوگوں نے ہی وہ کھوئی ہوئی حکمت اور دانائی کی باتیں دوبارہ دنیا میں پھیلانی ہیں۔ اور تقویٰ کا سبق دینا ہے۔ اور یہ اس خدا کی تقدیر ہے اور اس کا فیصلہ ہے جو غالب اور حکمت والا خدا ہے۔ پس یہ غلبہ اور حکمت کسی کی ظاہری ہوشیاری اور چالاکی سے نہیں ملے گی بلکہ یہ تقویٰ پر قدم مارتے ہوئے ملے گی اور تقویٰ کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں اپنے نمائندے کے ذریعہ سے جو احکامات دیئے ہیں، اس نمائندے کے ذریعہ سے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں فنا ہو کر خدا تعالیٰ کا قرب پانے والا بنا ہے اس کے ذریعہ سے ہی اسلام کی نشأۃ ثانیہ کا ظہور ہونا ہے۔ پس اس لحاظ سے مسلمانوں کو سمجھانے اور تبلیغ کی ضرورت ہے ورنہ یہ جتنی مرضی چالاکیاں اور ہوشیاریاں دکھا دیں، طاقت کے مظاہرے کر لیں، جلسے جلوس نکال لیں، ان قوموں کے دجل کے سامنے ان کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔

اس کے لئے احمدیوں کو دعاؤں کی طرف توجہ کرنے کی بھی بہت ضرورت ہے اور امت کے لئے دعا کرنا سب دعاؤں سے افضل ہے۔ کیونکہ اس وقت یہ اُمّت بڑی مشکل میں گرفتار ہے۔ پہلے ملک شام کے بارے میں یہ خبر تھی کہ اس پر سختی کے دن آنے والے ہیں لیکن بہر حال وہ بات ٹل گئی شاید انہوں نے کچھ شرائط مان لی ہوں اس لئے لیکن خطرہ بہر حال قائم ہے۔ اب جیسا کہ مَیں نے کہا ایران کے گرد گھیرا ڈالا جا رہا ہے اور آہستہ آہستہ یہ گھیرا تنگ کیا جا رہا ہے اور یہی انہیں ملکوں پر سختیاں عالمی جنگ کا بھی باعث بن سکتی ہیں اس لئے بہت زیادہ دعاؤں کی ضرورت ہے۔ ایک احمدی کی تو آخری وقت تک یہ کوشش ہونی چاہئے کہ یہ بلائیں ٹل جائیں۔ اور ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی چیز نہیں ہے، یہی سب سے بڑا ذریعہ ہے کہ دعا کریں۔

اللہ تعالیٰ نے الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمّت کے لئے دعاؤں کی طرف توجہ دلائی تھی۔ ایک دعا کا ذکر میں کرتا ہوں کہ ''رَبِّ اَصْلِحْ اُمَّةَ مُحَمَّدٍ'' کہ اے میرے رب! امت محمدیہ کی اصلاح کر۔ پس ان کی اصلاح کے لئے بہت دعا کی ضرورت ہے اور اصلاح کا نتیجہ ایک ہی صورت میں نظر آ سکتا ہے اور وہ ہے کہ وقت کے امام کو مان لینا تا کہ ان آفات سے بچ جائیں جو زمینی بھی ہیں اور آسمانی بھی۔ ورنہ کوئی اصلاح کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی، کوئی ایسی کوشش جو امام الزمان کی تعلیم سے ہٹ کر کی جائے نہ ذاتی طور پر، نہ قومی طور پر کسی کو بچا سکتی ہے اور نہ ذاتی کوششوں سے اب تقویٰ پر کوئی قائم ہو سکتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''یہ اصلاح تمہیں کہاں تک لے جائے گی اس سے کسی بہتری کی امید رکھنا خطرناک غلطی ہے''۔ (یعنی کہ جس میں آسمانی رہنمائی نہ ہو۔) کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے یہی سنت رکھی ہے کہ اصلاح کے واسطے نبیوں کو مامور کر کے بھیجا ہے، انبیاء علیہم السلام جب آتے ہیں تو بظاہر دنیا میں ایک فساد عظیم نظر آتا ہے۔ بھائی بھائی سے باپ بیٹے سے جدا ہو جاتا ہے۔ ہزاروں ہزار جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت طوفان سے ان کے مخالفوں کو تباہ کر دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت اور دوسرے کئی عذاب وارد ہوئے اور فرعون کے لشکر کو غرق کیا گیا۔

غرض خوب یاد رکھو کہ قلوب کی اصلاح اسی کا کام ہے جس نے قلوب کو پیدا کیا ہے۔ نرے کلمات اور چرب زبانیں اصلاح نہیں کر سکتی ہیں۔ ان کلمات کے اندر ایک روح ہونی چاہئے۔ پس جس شخص نے قرآن شریف کو پڑھا اور اس نے اتنا بھی نہیں سمجھا کہ ہدایت آسمان سے آتی ہے تو اس نے کیا سمجھا؟''

(ملفوظات جلد دوم صفحہ 344-345 جدید ایڈیشن)

پس مسلمانوں کو غور کرنا چاہئے اور ہمیں ان کو بتانا چاہئے کہ یہ تمام احکامات اور یہ تمام خوشخبریاں اسلام کی ترقی کی قرآن کریم میں موجود ہیں اور اسلام کے ذریعہ سے ہی مقدر ہیں اور انشاء اللہ اسلام نے غالب آنا ہے یہ ہمارا ایمان ہے۔ لیکن اس کے باوجود کیونکہ امام کو نہیں مان رہے، مسلمانوں کی حالت بحیثیت مجموعی (جن کے پاس طاقت ہے۔ جو مسلمان ملک ہیں جنہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں مانا) روز بروز خراب ہی ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کی کیا وجہ ہے۔ اس کی وجہ ظاہر ہے جیسا کہ مَیں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ زمانے کے امام کا انکار ہے اور اس انکار کی وجہ سے تقویٰ کی راہ بھی گم ہو چکی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ تقویٰ کی راہ گم ہو چکی ہے اور جب تقویٰ کی راہ گم ہو جائے تو پھر اصلاح کی کوششیں بھی اندھیرے میں ہاتھ پیر مارنے والی بات بن جاتی ہیں۔

اللہ کرے کہ مسلمانوں کو عقل آ جائے اور وہ اس حقیقت کو سمجھنے والے بن جائیں۔ اس زمانے کے امام کو ماننے والے ہوں تا کہ تقویٰ کی راہ پر قدم مارتے ہوئے اپنے اندرونی مسائل بھی حل کرنے والے ہوں اور بیرونی حملہ آوروں سے بھی محفوظ رہ سکیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کیونکہ تمام دنیا کے لئے ہے، صرف مسلمانوں کے لئے نہیں ہے اس لئے غیر مسلموں کے لئے بھی ہمیں دعا کرنی چاہئے۔ یہ امیر ملک بھی اگر غریب ملکوں کو اقتصادی فوائد حاصل کرنے کے لئے یا اپنے مفاد کو پورا کرنے کے لئے اپنا زیرنگیں کرنا چاہتے ہیں یا کر رہے ہیں تو یہ ظلم ہے۔ اور حدیث میں آیا ہے کہ ظالم کی بھی مدد کرو۔ اور ظالم کی مدد اس کے ظلم کے ہاتھ کو روک کر کی جاتی ہے۔ تو ہاتھ سے تو ہم روک نہیں سکتے، دعا کا ہی ذریعہ ہے۔ اور دعا کی طاقت ہمارے پاس ہے لیکن یہ دعا کا بہت بڑا ہتھیار ہے اور اس کو ہمیں استعمال کرنا چاہئے اور جہاں تک ہوسکتا ہے ہمیں استعمال کرنا چاہئے۔ تمام انسانیت کے لئے دعا کرنی چاہئے۔ پھر رابطوں سے، تبلیغ سے اور اس کے بھی آج کل کے زمانے میں مختلف ذرائع ہیں ان لوگوں کو بتائیں کہ جن راستوں کی طرف تم جا رہے ہو۔ تمہاری حکومتیں تمہیں لے کر جا رہی ہیں یہ تباہی کے راستے ہیں۔ جتنے اخراجات گولوں اور تباہی پھیلانے پر کئے جاتے ہیں اگر غریب ملکوں کو اپنے پاؤں پر کھڑا کرنے اور صلح صفائی کی کوشش کے لئے کئے جائیں تو اگر تمہاری نیت نیک ہے اور حقیقت میں دنیا میں امن قائم کرنا چاہتے ہو جیسا کہ دعویٰ ہے تو اس سے آدھے اخراجات میں بھی شاید تم اپنے مقاصد حاصل کر لو۔ امن کانفرنسیں ذاتی مفاد کے لئے نہ ہوں بلکہ اصلاح کے لئے اور حقیقی امن قائم کرنے کے لئے ہوں۔ خدا کرے کہ ان لوگوں کو عقل آ جائے اور ان ملکوں کے عوام میں یہ احساس قائم ہو جائے کہ وہ اپنے ملکوں کے سربراہوں کو، سیاستدانوں کو ان ظلموں سے روکیں، باز رکھیں جو انہوں نے غیر ترقی یافتہ ملکوں سے، چھوٹے ملکوں سے روا رکھا ہوا ہے۔

امن قائم کرنے کے بارے میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بڑا خوبصورت نکتہ بیان فرمایا ہے۔ دنیا جب تک حُبّ الوطنی اور حُبّ الانسانیت کے گُر کو نہیں سمجھے گی اور یہ دونوں جذبات ایک جگہ جمع ہو سکتے ہیں اس وقت تک امن نہیں ہوسکتا۔ تو جب انسانیت کی فکر ہوگی اور صرف اپنے ملک کے مفاد نہیں ہوں گے بلکہ کُل انسانیت کی فکر ہوگی تبھی امن قائم ہوگا اور اس کے لئے نیک نیت ہونا ضروری ہے۔

اللہ کرے کہ ان کو اس کی توفیق ملے ورنہ جب ظلم حد سے بڑھتا ہے تو خدا تعالیٰ کی لاٹھی چلتی ہے اور آفتوں اور طوفانوں اور بلاؤں کی صورت میں پھر اپنا کام دکھاتی ہے۔ اور اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ وارننگ تمام دنیا کو دی ہوئی ہے جو بھی خدا تعالیٰ کی قائم کردہ حدود سے تجاوز کرے گا وہ اس کی پکڑ میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور ہمیں یہ آفتوں کے نظارے نہ دکھائے بلکہ ہمیں وہ دن دکھائے جب تمام ملک، تمام قومیں ایک ہو کر اپنے پیدا کرنے والے خدا کی پہچان کرتے ہوئے ایک جھنڈے کے نیچے آ جائیں جو اسلام کا جھنڈا ہو۔ اللہ ہمیں بھی توفیق دے کہ اپنے عمل اور دعا سے اس بارے میں بھرپور کوشش کرنے والے ہوں۔

❀❀❀❀ ❀❀❀ ❀❀❀❀

تعارف کتب:

(آصف محمود باسطؔ)

نام کتاب: درویشانِ احمدیت (جلد اوّل)

مؤلف: مولانا فضل الٰہی صاحب انوری

قارئین کو یاد ہوگا کہ کتاب درویشان احمدیت جلد دوئم کا تعارف کروایا جا چکا ہے۔ اب پیش کیا جا رہا ہے جلد اول کا تعارف۔ ایسا نہیں کہ تعارف کراتے وقت ترتیب کا خیال نہیں رکھا گیا، بلکہ یہ کتب بوجوہ اسی ترتیب میں زیورِ طباعت سے آراستہ ہوئیں، اور ہم اسی ترتیب میں تعارف پیش کر رہے ہیں۔ کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کی جلدوں کو جس مرضی ترتیب میں پڑھیں، آپ کو مضمون بے ربط محسوس نہیں ہوگا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتب ہیں تو درویشان احمدیت پر مگر مختلف موضوعات پر focus کرتی ہیں۔ دوسری جلد (جو پہلے شائع ہوگئی) میں درویشان کی دولتِ علم وعرفان کا ذکر تھا، جلد اول میں اس نور کا تذکرہ ہے جو امام آخر زماں علیہ السلام کے ان عشاق کے دلوں میں آسمان سے اتر کر موجزن ہوا اور ان کو اس رتبہ پر پہنچایا جہاں تاریخ ایسے خوش بختوں کو محفوظ کر لیا کرتی ہے۔

ہم میں سے وہ جو پیدائشی احمدی ہیں اس بات پر بہت شکرگزار ہوتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسے گھرانے میں پیدا فرمایا جسے حضرت مسیح موعودؑ کی پاک جماعت میں شامل ہونے کی سعادت حاصل ہے۔ لیکن اس سے بھی بڑھ کر شکرگزاری کے جذبات تب پیدا ہوتے ہیں جب ہم اپنے اسلاف کے حالات وواقعات پڑھ کر یہ معلوم کرتے ہیں کہ انہیں سلسلہ عالیہ احمدیہ میں داخل ہونے کی سعادت کیونکر نصیب ہوئی۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ محض اللہ کا فضل تھا کہ ایسا ہوا، مگر خدا تعالیٰ نے اپنا فضل کس ایمان افروز رنگ میں نازل کیا، یہ معلوم کر کے عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ایسی مثالیں تو معدودے چند ہیں کہ جہاں کنبہ کا کنبہ مشرف بہ احمدیت ہو گیا ہو اور کسی مخالفت کا سامنا نہ ہوا ہو۔ اکثریت تو انہی احباب کی تھی جنہیں خود، تنہا یہ فیصلہ کرنے کی توفیق ملی۔ وہ کیسی کشش ہوگی جس کے سامنے گھر بار، ماں باپ، بہن بھائی، روزی روزگار سب ہیچ معلوم ہوا ہوگا۔ وہ کیسی جرأت ہوگی جس نے ایسی زبردست قربانی کے لئے دل کو تیار کیا ہوگا۔ اس نہج پر سوچیں تو سمجھ میں آتا ہے کہ بیعت سب کچھ بیچ دینے کا نام کس طرح ہے۔ کس طرح گویا خود پر ایک موت وارد کرنے والی تمثیل صد فیصد درست ہے۔ یہ جرات، یہ طاقت، یہ ہمت، یہ حوصلہ انسان کے بس کی بات کہاں۔ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِیْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ کے معانی کو فکر کے اسی موڑ سے راہ نکلتی ہے۔ پھر یہ بھی اللہ ہی کا فضل ہے کہ وہ کس کو اپنے وعدوں کے ایفاء کے وسیلہ کے طور پر چن لے۔ جس محبوب کی صداقت پر خدا سورج اور آسمان کو گواہ بنا چکا ہو اس کے ساتھ کئے گئے وعدوں کو پورا کرنے کے لئے جن لوگوں کو چنا جائے، وہ کتنے خوش نصیب ہیں۔

درویشان احمدیت جلد اوّل میں انہی خوش بختوں میں سے کچھ کا ذکر ہے۔ کچھ اس لئے کہ احمدیت تو دنیا بھر میں پھیل چکی ہے، اور جہاں جہاں بھی، جس جس کو بھی قبول احمدیت کی توفیق ملی اس نے اس آسمانی نور سے حصہ پایا۔ ایسے واقعات ہمارا بیش بہا ورثہ ہیں۔ یہ ورثہ محفوظ ہو جائے تو ایک صدقہ جاریہ ہوگا کہ آئندہ آنے والی نسلیں اس سے مستفیض ہو سکیں گی۔ اور جسے یہ ورثہ محفوظ کرنے کی سعادت ملی، سینہ بہ سینہ یا کتابی شکل میں، اس کے لئے بھی ایک عظیم سعادت ہے۔

(یہ کتاب جرمنی اور یو۔کے کے جماعتی سٹالز پر دستیاب ہے)

❀❀❀❀❀❀❀

الفضل خود بھی پڑھئے اور اپنے زیر تبلیغ دوستوں کو بھی پڑھنے کے لئے دیجئے۔ یہ بھی دعوت الی اللہ کا ایک مفید ذریعہ ہے۔

(مینجر)

نام کتاب: 700 احکامِ خداوندی

مؤلف: حنیف احمد صاحب محمودؔ

ناشر: لجنہ اماء اللہ، اسلام آباد، پاکستان

ملنے کا پتہ: بیت الذکر، گلی نمبر ۸، سیکٹر F-7/3، اسلام آباد، پاکستان۔

اسلام پر مغرب کی طرف سے اعتراض کیا جاتا ہے کہ اس میں عورت کو روزمرہ زندگی میں ایک بے کار پرزے کا درجہ حاصل ہے (نعوذ باللہ)۔ اس اعتراض کے جواب میں تاریخ اسلام کے ابتدائی ایام سے لے کر آج کے دن تک ایسی مثالیں پیش کی جاسکتی ہیں اور کی جاتی ہیں جو ایسے معترضین کا منہ بند کرنے کو کافی بلکہ کافی سے زیادہ ہیں۔ کافی سے زیادہ اس لئے کہ جب ہم اس اعتراض کا جواب دیتے ہیں تو خود مغرب میں عورت کا مقام نہایت شرمناک اور قابل اعتراض نظر آتا ہے۔ ابھی ہم اسلام کی قرون اولیٰ میں نہیں جاتے بلکہ صرف دورِ حاضر کی بات کرتے ہیں، اسلئے بھی کہ یہ اعتراض دور حاضر ہی کا پروردہ اعتراض ہے۔ مغرب عورت کے مقام پر اس لئے فخر کرتا ہے کہ وہ مرد کے شانہ بہ شانہ کام کرتی ہے۔ مگر دیکھنا تو یہ ہے کہ مرد کے شانہ بہ شانہ پیسہ کمانے کے علاوہ اور کیا کرتی ہے۔ اور پھر پیسہ کما کر بھی خرچ کہاں کرتی ہے؟ اس نرسری کے اخراجات ادا کرنے پر جہاں اس کا معصوم بچہ دن بھر اپنی ماں کا کام سے لوٹنے کا انتظار کرتا ہے۔ تو حاصل وصول تو کچھ بھی نہ ہوا۔

اب ہم احمدی عورت کو دیکھتے ہیں تو وہ اپنی مرضی اور اپنی خوشی سے اپنے بچوں کی پرورش اور تربیت کر رہی ہے، اور ساتھ ساتھ اپنے پردہ کی حفاظت کرتے ہوئے معاشرہ کے لئے ایک نہایت مفید وجود بن رہی ہے۔ لجنہ اماء اللہ کو تصنیف اور اشاعت کے میدان میں نمایاں خدمات کی توفیق ملتی رہی ہے۔ یہ پردہ میں رہ کر کیا گیا وہ کام ہے جو چند روز بینک اکاؤنٹ میں پڑا رہ کر کسی اور کے اکاؤنٹ میں منتقل ہونے والا نہیں بلکہ یہ وہ خزانہ ہے جو نسلوں کے کام آیا کرتا ہے۔ وہ خزانہ جو، جتنا تقسیم ہو اس سے کہیں زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

زیر نظر کتاب لجنہ اماء اللہ، اسلام آباد، پاکستان کے زیر انتظام شائع ہوئی ہے۔ اس کتاب میں قرآن مجید کے اوامر اور نواہی کو یکجا کر دیا گیا ہے۔ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان اس کتاب کے سرورق کی زینت کا سامان ہے:

''قرآن کریم کے تمام حکموں پر عمل کرنا حبل اللہ کو پکڑنا ہے''۔

قرآن کریم کے تمام احکامات تو قرآن کریم کے مطالعہ سے ہی معلوم ہو سکتے ہیں، مگر ایسی کتب اس مطالعہ کے لئے ایک سبیل کا کام کرتی ہیں۔ پھر حوالہ جات کے سلسلہ میں ایسی کتب ایک اہم کردار اس طرح ادا کرتی ہیں کہ قرآن کریم میں موجود خزینۂ علم کے متلاشی کم وقت میں زیادہ خزانہ سمیٹ لینے کی توفیق پاتے ہیں۔ زیر نظر کتاب کی ایک اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ اس میں احکامِ خداوندی کو یونہی یکجا نہیں کر دیا گیا بلکہ باقاعدہ تبویب نے اسے اور بھی نافع بنا دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ناشرین اور مؤلف کی اس کوشش کو قبول فرمائے اور ہم سب کو قرآن کریم کے علوم سے فیض حاصل کرنے کی توفیق دے۔ آمین۔

یا الٰہی بنا دے ہم سب کو
فضل سے اپنے ماہرِ قرآں

❀❀❀❀❀❀

watch MTA live
audio and video broadcast
❀❀❀
Weekly sermons in Urdu / English
❀❀❀
Questions & Answers
and much much more
❀❀❀
Now you can buy Ahmadiyya Islamic Books, Audio / Video on line using Master Card or Visa
❀❀❀
Visit our official website
www.alislam.org

بقیہ:سیدنا حضرت اقدس مسیح موعودؑ کی عظیم الشان دینی خدمات

از صفحہ نمبر4

ہر یک قسم کی تاریکی سے نکال کر نور میں داخل کرے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ جس قدر انسان کے نفس میں طرح طرح کے وساوس گزرتے ہیں اور شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں ان سب کو قرآن شریف دور کرتا ہے۔ اور ہر یک طور کے خیالات فاسدہ کو مٹاتا ہے اور معرفت کامل کا نور بخشتا ہے` یعنے جو کچھ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے اور اس پر یقین لانے کے لئے معارف و حقائق درکار ہیں سب عطا فرماتا ہے۔ اور پھر فرمایا۔ ﴿مَا كَانَ حَدِيثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَ تَفْصِيْلَ كُلِّ شَيْءٍ وَّ هُدًى وَّ رَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ الجزو نمبر 13 (یوسف112) یعنے قرآن ایسی کتاب نہیں کہ انسان اس کو بنا سکے بلکہ اس کے آثار صدق ظاہر ہیں کیونکہ وہ پہلی کتابوں کو سچا کرتا ہے۔ یعنے کتب سابقہ انبیاء میں جو اس کے بارے میں پیشین گوئیں موجود تھیں وہ اس کے ظہور سے بہ پایہ صداقت پہنچ گئیں۔ اور جن عقائد حقہ کے بارے میں ان کتابوں میں دلائل واضح موجود نہ تھیں ان کے قرآن نے دلائل بتلائے اور ان کی تعلیم کو مرتبہ کمال تک پہنچایا۔ اس طور پر ان کتابوں کو سچا کیا جس سے خود سچائی اس کی ثابت ہوتی ہے۔ دوسرے نشان صدق یہ کہ ہر یک صداقت دینی کو وہ بیان کرتا ہے اور تمام وہ امور بتلاتا ہے کہ جو ہدایت کامل پانے کے لئے ضروری ہیں۔ اور یہ اس لئے نشان صدق ٹھہرا کہ انسان کی طاقت سے یہ بات باہر ہے کہ اس کا علم ایسا وسیع و محیط ہو جس سے کوئی دینی صداقت و حقائق دقیقہ باہر نہ رہیں۔

غرض ان تمام آیات میں خدائے تعالیٰ نے صاف فرما دیا کہ قرآن شریف ساری صداقتوں کا جامع ہے۔ اور یہی بزرگ دلیل اس کی حقانیت پر ہے اور اس دعویٰ پر صدہا برس بھی گزر گئے۔ پر آج تک کسی برہمو وغیرہ نے اس کے مقابلے پر دم بھی نہ مارا۔ تو اس صورت میں ظاہر ہے کہ بغیر پیش کرنے کسی ایسی جدید صداقت کے کہ جو قرآن شریف سے باہر رہ گئی ہو یونہی دیوانوں اور سودائیوں کی طرح اوہام باطلہ پیش کرنا جن کی کچھ بھی اصلیت نہیں اس بات پر پختہ دلیل ہے کہ ایسے لوگوں کو راست بازوں کی طرح حق کا تلاش کرنا منظور ہی نہیں۔ بلکہ نفس امارہ کو خوش رکھنے کے لئے اس فکر میں پڑے ہوئے ہیں کہ کسی طرح خدا کے پاک احکام سے بلکہ خدا ہی سے آزادگی حاصل کر لیں۔ اسی آزادگی کے حصول کی غرض سے خدا کی سچی کتاب سے جس کی حقانیت اظہر من الشّمس ہے ایسے منحرف ہو رہے ہیں کہ نہ متکلم بن کر شائستہ طریق پر کلام کرتے ہیں اور نہ سامع ہونے کی حالت میں کسی دوسرے کی بات سنتے ہیں۔ بھلا کوئی ان سے پوچھے کہ کب کسی نے کوئی صداقت دینی قرآن کے مقابلہ پر پیش کی جس کا قرآن نے کچھ جواب نہ دیا اور خالی ہاتھ بھیج دیا۔ جس حالت میں تیرہ سو برس سے قرآن شریف باواز بلند دعویٰ کر رہا ہے کہ تمام دینی صداقتیں اس میں بھری پڑی ہیں تو پھر یہ کیسا خبث طینت ہے کہ امتحان کے بغیر ایسی عالیشان کتاب کو ناقص خیال کیا جائے۔ ور یہ کس قسم کا مکابرہ ہے کہ نہ قرآن شریف کے بیان کو قبول کریں اور نہ اس کے دعویٰ کو توڑ کر دکھلائیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان لوگوں کے لبوں پر تو ضرور کبھی کبھی خدا کا ذکر آ جاتا ہے مگر ان کے دل دنیا کی گندگی سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر کوئی دینی بحث شروع بھی کریں تو اس کو مکمل طور پر ختم کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ ناتمام گفتگو کا ہی جلدی سے گلا گھونٹ دیتے ہیں۔ تا ایسا نہ ہو کہ کوئی صداقت ظاہر ہو جائے۔ اور پھر بے شرمی یہ کہ گھر میں بیٹھ کر اُس کامل کتاب کو ناقص بیان کرتے ہیں۔ جس نے بوضاحت تمام فرما دیا۔ ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ﴾ الجزو نمبر ۶۔(المائدۃ:4) یعنے آج میں نے اس کتاب کے نازل کرنے سے علم دین کو مرتبہ کمال تک پہنچا دیا اور اپنی تمام نعمتیں ایمانداروں پر پوری کر دیں۔ اے حضرات! کیا تمہیں کچھ بھی خدا کا خوف نہیں؟ کیا تم ہمیشہ اسی طرح جیتے رہو گے؟ کیا ایک دن خدا کے حضور میں اس جھوٹے منہ پر لعنتیں نہیں پڑیں گی؟ اگر آپ لوگ کوئی بھاری صداقت لئے بیٹھے ہیں جس کی نسبت تمہارا یہ خیال ہے کہ ہم نے کمال جانفشانی اور عرق ریزی اور موشگافی سے اس کو پیدا کیا ہے اور جو تمہارے گمان باطل میں قرآن شریف اس صداقت کے بیان کرنے سے قاصر ہے تو تمہیں قسم ہے کہ سب کاروبار چھوڑ کر وہ صداقت ہمارے روبرو پیش کرو تا ہم تم کو قرآن شریف میں سے نکال کر دکھلا دیں۔ مگر پھر مسلمان ہونے پر مستعد رہو۔ اور اگر اب بھی آپ بدگمانی اور بک بک کرنا نہ چھوڑیں اور مناظرہ کا سیدھا راستہ اختیار نہ کریں تو بجز اس کے اور کیا کہیں کہ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔ (براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد اول صفحہ223 تا227 حاشیہ)

قرآن کریم کی تعریف کرتے ہوئے آپ اپنے فارسی کلام میں فرماتے ہیں:

از نورِ پاک قرآں صبح صفا دمیدہ
بر غنچہ ہائے دل ہا باد صبا وزیدہ

قرآن کریم کے پاک نور سے صبح روشن عیاں ہے اور دل کے غنچوں کو بادصبا کے جھونکے چھو رہے ہیں۔

ایں روشنی و لمعاں شمس الضحٰی ندارد
ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ

آفتاب نصف النہار میں وہ روشنی اور چمک نہیں ہے اور یہ محبوبی و رعنائی کسی نے چاند میں کہاں دیکھی۔

از مشرق معانی صدہا دقائق آورد
قد ہلال نازک زاں نازکی خمیدہ

معانی کے مقام طلوع سے سیکڑوں دقائق لاتا ہے اور پہلے دن کے چاند کی نزاکت اس کے معانی کی نزاکت کے سامنے سر جھکاتی ہے۔

کیفیت علومش دانی چہ شان دارد
شہدیست آسمانی از وحی حق چکیدہ

اس کہ علوم کی کیفیت کی شان مت پوچھ یہ تو آسمانی شہد ہے جو وحی حق سے کشید ہوا ہے۔

آں نیّر صداقت چوں رو بعالم آورد
ہر بوم شب پرستی در کنج خود خزیدہ

یہ وہ آفتاب صدق ہے جس نے جب اپنا چہرہ دنیا کو دکھایا تورات کے پجاری الو اپنے اپنے کونوں میں جا چھپے

اے کان دلربائی دانم کہ از کجائی
تو نور آں خدائی کیں خلق آفریدہ

اے محبوبیت کی کان، میں جانتا ہوں کہ تو کہاں سے آیا ہے۔ تو اس خدا کا نور ہے جس نے یہ مخلوق پیدا کی۔

میلم نماند باکس، محبوب من توئی بس
زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

میرا میلان تو کسی اور طرف نہیں ہو سکتا، میرا محبوب تو تو ہی ہے۔

(باقی آئندہ)

❁❁❁❁❁❁

عراق اور افغانستان میں جنگ کے امریکی اخراجات

ایک خبر کے مطابق امریکی صدر جارج بش افغانستان اور عراق میں امریکی جنگ کے اخراجات کے لئے کانگرس سے مزید 160 بلین ڈالرز اخراجات کی منظوری کے لئے کوشاں ہیں۔ اس طرح اب تک جنگ کے اخراجات585 بلین ڈالر ہو جائیں گے۔ یہ اتنی بڑی رقم ہے کہ اس سے دنیا بھر میں ہر بچے کو بیماریوں سے بچاؤ کے لئے حفاظتی ٹیکہ لگایا جا سکتا ہے۔ عراق میں اوسطاً ماہوار چھ بلین ڈالر خرچ ہو رہا ہے جبکہ افغانستان میں ایک بلین ڈالر ماہانہ خرچ ہو رہا ہے۔

ستمبر2002ء میں جب وائٹ ہاؤس کے اکنامک ایڈوائزر Larry lindsey نے عراق میں جنگ کا تخمینہ 265 بلین ڈالر بتایا تھا تو اُسے اس کے عہدے سے ہٹا دیا گیا تھا۔ امریکی سیکرٹری دفاع ڈونلڈ رمسفیلڈ نے جنگ کا تخمینہ 66 بلین ڈالر دیا تھا۔ اور کانگرس کو بتایا تھا کہ اخراجات کا حتمی اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ مارچ2003ء میں عراق پر حملہ سے چھ ماہ قبل انہوں نے کہا تھا:

It is not knowable what a war or conflict like that is going to cost. You don't know if it's going to last two days or two weeks or two months. It is certainly not going to last two years but it's going to cost money.

یعنی کوئی نہیں جان سکتا کہ اس قسم کی جنگ پر کتنا خرچ آئے گا۔ آپ کو علم نہیں ہو سکتا کہ یہ دو دن جاری رہے گی یا دو ہفتے یا دو مہینے۔ لیکن یقینی طور پر یہ دو سال تک جاری نہیں رہ سکتی۔

آج مارچ2003ء ہے۔ رمسفیلڈ صاحب کے بیان پر تین سال گزر چکے ہیں۔ اور عراق میں جنگ جاری ہے۔

◉◉◉◉◉◉

نماز جنازہ

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے مورخہ یکم/مارچ2006ء۔ بوقت11:45 مسجد فضل لندن کے احاطہ میں **مکرمہ طاہرہ حیات صاحبہ (اہلیہ مکرم مسعود حیات صاحب آف ایسٹ لندن)** کی نماز جنازہ حاضر پڑھائی۔

مکرمہ طاہرہ حیات صاحبہ 24/ فروری 2006ء کو 60 سال کی عمر میں وفات پا گئیں۔ مرحومہ میاں مولا بخش صاحب درویش قادیان کی نواسی اور مولانا عبد القدیر شاہد صاحب کی بھانجی تھیں۔ بڑی صابر، شاکر، دعا گو اور باہمت خاتون تھیں۔ خلافت سے آپ کو والہانہ عشق تھا۔ باوجود بیماری کے ساری فیملی کو ساتھ لے کر قادیان کے جلسہ سالانہ میں شامل ہوئیں۔ واپس آ کر بڑی خوش تھیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کی خواہش پوری کی ہے۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ پسماندگان میں 2 بیٹے اور 7 پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔

نماز جنازہ غائب

اس کے ساتھ ہی درج ذیل مرحومین کی نماز جنازہ غائب بھی ادا کی گئی۔

(1) مکرمہ سیدہ شریفہ بیگم صاحبہ (اہلیہ مکرم سید مسعود مبارک شاہ صاحب مرحوم)

مکرمہ سیدہ شریفہ بیگم صاحبہ 18/فروری2006ء کو فضل عمر ہسپتال ربوہ میں 78 سال کی عمر میں وفات پا گئیں مرحومہ سید عبدالرزاق شاہ صاحب مرحوم کی بیٹی اور مکرم سید محمود اللہ شاہ صاحب مرحوم کی بہو تھیں۔ آپ حضرت سیدہ امۃ السبوح صاحبہ حرم حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی رشتہ میں چچی لگتی تھیں اور حضرت سیدہ اُمّ طاہر صاحبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا آپ کی پھوپھی تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ نہایت خوش اخلاق، ملنسار، مہمان نواز، غریب پرور اور خدا تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والی نیک خاتون تھیں۔ پسماندگان میں دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ آپ کے ایک بیٹے مکرم سید مطلوب احمد شاہ صاحب اور ایک بیٹی مکرمہ عتیقہ بیگم صاحبہ اہلیہ مکرم ڈاکٹر فرید احمد صاحب یہاں لندن میں مقیم ہیں۔

(2) مکرمہ نسیم اختر صاحبہ (اہلیہ مکرم جمال الدین صاحب آڈیٹر صدر انجمن احمدیہ ربوہ)

مکرمہ نسیم اختر صاحبہ یکم جنوری2006ء کو بقضائے الٰہی ربوہ میں وفات پا گئیں۔ انّا للہ و انّا الیہ راجعون۔ مرحومہ مکرم چوہدری محمد امین صاحب قادیانی مرحوم کی بیٹی تھی۔ نیک اور مخلص خاتون تھیں۔

(3) مکرمہ بدر مسعود صاحبہ (اہلیہ مکرم چوہدری مسعود احمد صاحب سوہاوی)

مکرمہ بدر مسعود صاحبہ 5/نومبر2005ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ مرحومہ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں اور خد تعالیٰ کی رضا پر راضی رہنے والی نیک خاتون تھیں۔

اللہ تعالیٰ تمام مرحومین کے ساتھ مغفرت کا سلوک فرماتے ہوئے انہیں جنت الفردوس میں بلند مقامات عطا فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل کی توفیق دے اور خود ان کا نگہبان ہو۔ آمین۔

Earlsfield Properties

We will manage your property at 0% commission
Guaranteed rate schemes for 3 & 5 years
Free management Service
Guaranteed vacant possession

175 Merton Road London SW18 5EF

Tel: 020-8265-6000 or 020 8877 - 0762 Fax: 020 8874 9754

شراب اور جوئے سے متعلق

قرآنی تعلیمات کی حقّانیت اور عظمت پر عصری گواہیاں

(عبد الرب انور محمود۔ لاس اینجلس۔ امریکہ)

بہارِ جاوداں پیدا ہے اُس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اُس سا کوئی بستاں ہے

اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیحِ موعود علیہ السلام کو سلطان القلم کے عظیم خطاب سے نوازا اور آپ کے قلم کو ذوالفقار علی قرار دیا۔ حضرت اقدسؑ نے ہر سہ زبانوں اردو، فارسی اور عربی میں اپنا منظوم کلام رقم فرمایا جو درثمین اردو، فارسی، اور عربی کی شکل میں شائع ہو چکا ہے۔ آپ کی منظومات ایک عام شاعری نہیں بلکہ عارف باللہ کا عارفانہ کلام ہے جو مبالغہ آرائی، تصنع اور بناوٹ سے پاک ہے۔ آپ کا جملہ کلام قرآن کریم کی تفسیر اور اسلام کے مغز کو پیش کرتا ہے۔ جو بات آپ نے ضخیم اور مایہ ناز سرمایہ نثر میں پیش کی اس کا ماحصل ان اشعار میں اکھٹا کر دیا گیا ہے۔ ہر شعر نہایت عظمت اور محبت کے ساتھ دعوتِ اسلام دے رہا ہے۔ اگرچہ یہ اشعار تمام کے تمام وحی نہیں لیکن وحی کے چشمہ صافی سے معطر ضرور کہے جاسکتے ہیں۔ جیسا کہ یہ مشہور واقعہ ہے کہ جب آپ کے قلم نے یہ تحریر فرمایا:

”ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتّقاء ہے“

تو وحی الٰہی نے اس کو یوں پورا کیا:

”اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے“

آپ خود اپنے منظوم کلام کے مقصد کو اس شعر میں بیان کرتے ہیں ؎

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں تعلق
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مُدّعا یہی ہے

امر واقعہ یہ ہے کہ آپ کے جملہ اشعار خواہ کسی زبان میں بھی ہوں اپنی ذات میں مکمل مضامین سموئے ہوئے ہیں۔ زبان سادہ مگر انتہائی جاذب القلب۔ الفاظ مختصر تاہم معارف کا خزانہ۔ ترتیب الفاظ نہایت اعلیٰ، اور اشعار کا وزن نظم کا حسن نکھارنے کا ضامن۔ ماشاء اللہ۔ لا ریب عارف باللہ کا کلام بہ زبانِ حال عارفانہ حقائق کا پیغامبر ہے۔

آپ کے سلسلہ تصنیف کا آغاز آپ کی مشہور زمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے ہوا۔ اس گرانقدر سرمایہ علم کے تیسرے حصہ میں آپ نے محاسن قرآن کریم کے عنوان سے ایک نہایت شیریں کلام تحریر فرمایا۔ اس نظم کا ہر شعر نئے مضامین پیش کرتا ہے۔ اس مضمون میں اس کے ایک شعر پر روشنی ڈالنے کی کوشش کروں گا۔ حضورؑ فرماتے ہیں ؎

بہارِ جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں
نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

اس پیارے شعر کے پہلے مصرعے میں یہ حقیقت پیش کی گئی ہے کہ جملہ آیاتِ قرآنی (جو چھ ہزار سے زائد ہیں) اس مقام پر فائز ہیں جہاں مرور زمانہ قطعاً اس پر اثر انداز نہیں۔ تمام آیات سدا بہار ہیں۔ یعنی ان کے مطالب اور مفاہیم اپنی کیفیت کے لحاظ سے اس قدر زندگی بخش اور پر کیف ہیں کہ کسی زمانہ میں ان پر زوال نہیں۔ پندرہ صدیاں گزرنے کے باوجود ایسا لگتا ہے کہ ہر آیت بھرپور اور جان بخش زندگی کے ساتھ ابھی نازل ہوئی ہے۔ اور جس طرح نزول کے وقت اس کا اثر اس قدر قوی اور زندگی بخش تھا کہ آیات کی سماعت ہی کسی معاند اسلام کو اچانک مؤید اسلام بنا دیتی (جیسا کہ حضرت عمرؓ کی زندگی میں انقلابِ حقیقی پیدا کرنے والی قرآنی آیات ہی تھیں)۔

اس دور میں بھی ہمیں یہ کیفیت نظر آتی ہے کہ انسانی تجربات مشاہدات اور تحقیقات کے نتائج آیات قرآنی کی تفسیر نظر آتے ہیں۔ وہ حقائق جو پندرہ صدیاں قبل خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں پیش فرمائے آج کا انسان اپنے دیرینہ تجربات کے بعد ان حقائق کے قریب پہنچ رہا ہے۔ ایسا لگتا ہے کہ یہ محققین اپنے نتائج نہیں لکھ رہے بلکہ قرآنی آیات کا ترجمہ لکھ رہے ہیں۔ جب ہم یہ عظیم تطابق ملاحظہ کرتے ہیں تو بے اختیار منہ سے جاری ہو جاتا ہے ؎

بہار جاوداں پیدا ہے اس کی ہر عبارت میں

ذیل میں دو تحقیقات مغرب کا ذکر پیش ہے جو زبان حال سے قرآنی آیات کی تائید کر رہی ہیں اور یہ ثابت کر رہی ہیں کہ قرآن کریم خدا کا کلام اور صحیفہ قدرت اس کا فعل ہے اور قول و فعل میں یگانگت ایک کمال حسن خداوندی کا آئینہ۔

شراب نوشی اور جوئے بازی اہل مغرب کی بدترین معاشرتی برائیوں میں صف اوّل پر ہیں۔ شراب نوشی صرف مغرب کی ہی بیماری نہیں بلکہ دنیا کی آبادی کا ایک تہائی حصہ اس میں ملوث ہے۔ دنیا نے بہت کوشش کی تاہم بجز ناکامی کچھ حاصل نہ ہوا۔ ممانعت کے قوانین ناکام ہو گئے۔ یہاں تک کہ شراب کی بڑھتی ہوئی قیمت فروخت نے بھی جواب دے دیا۔

گذشتہ دو دہائیوں سے یہ تحقیق شروع ہوئی کہ شراب کے نفع و نقصان کی کیا نسبت ہے۔ شاید یہ اعداد و شمار الکحل کے بارہ میں حکومتی پالیسی وضع کرنے میں ممد ثابت ہوں۔

چنانچہ جہاں روئے زمین پر شراب نوشی اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ عروج پر ہے وہاں انسانی کوششیں بھی عروج پر ہیں کہ یہ معلوم کیا جائے کہ اس کے نفع و نقصان کی کیا نسبت ہے اور ایسے اعداد و شمار شائع کئے جائیں جن سے عامۃ الناس اس موذی عادت سے اجتناب کر سکیں

ان تفصیلات کے بیان سے قبل یہ ضروری ہے کہ قرآن کریم کی ان آیات کا بہ نظر غور مطالعہ کیا جائے جن میں ممانعت اور حرمت کے احکامات نازل ہوئے۔ قرآن کریم میں احکامات نواہی تدریجاً نازل ہوئے۔ مکّہ میں فلسفہ ممانعت بیان ہوا اور مدینہ میں حرمت کا واضح حکم نازل ہوا۔ قرآن کریم کے سرسری مطالعہ سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جملہ احکامات اوامر و نواہی کے بیان کے ساتھ ساتھ ان کی حکمت بھی سمجھائی گئی۔

شراب نوشی اور جوا عربوں کے محبوب مشاغل کا حصہ تھیں۔ دن میں پانچ بار محافل شراب نوشی لگتیں بلکہ دنیا میں شراب کی کشید عربوں نے ہی شروع کی۔ اور یورپ نے عربوں سے ہی نقل کی۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کو ام الخبائث قرار دیا۔ آپ نے صحابہؓ کی تربیت مرکزی نکتۂ توحید سے کی۔ خدا تعالیٰ کی محبت ان کے دلوں میں سرایت کرتی چلی گئی۔ اور عبادات کی چاشنی اس قدر بڑھی کہ تمام وہ امور جو عبادتِ الٰہی میں روک ثابت ہو سکتے تھے ان سے طبعاً ان کی طبیعت فرار ہونے لگی اور انہوں نے خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ استفسار کیا کہ شراب اور جوئے کے بارہ میں کیا تعلیم ہے؟ چنانچہ قرآن کریم نے ان آیات میں اس مکالمہ کو محفوظ کیا۔

﴿يَسْـئَلُوْنَکَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ۔ قُلْ فِيْهِمَا اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ۔ وَاِثْمُهُمَا اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ (البقرۃ:220)

ترجمہ:۔ ”وہ تجھ سے شرب اور جوئے کے متعلق سوال کرتے ہیں تو کہہ دے کہ ان دونوں میں بڑا گناہ (بھی) ہے اور لوگوں کے لئے فوائد بھی اور دونوں کا گناہ (کا پہلو) ان کو فائدے سے بڑھ کر ہے۔“

اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شراب اور جوئے کے نقصانات ان کے فوائد سے زیادہ ہیں۔

سورۃ المائدہ میں ان کی حرمت کو قطعی الفاظ میں بیان کیا گیا بلکہ ان کے مضر نتائج کی طرف بھی نشاندہی کی گئی. چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۔اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِى الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ۔ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ﴾ (المائدہ:91-92)

ترجمہ:۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! یقیناً مدہوش کرنے والی چیز اور جؤا اور بت (پرستی) اور تیروں سے قسمت آزمائی یہ سب ناپاک شیطانی عمل ہیں۔ پس ان سے پوری طرح بچو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعہ سے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں ذکرِ الٰہی اور نماز سے باز رکھے۔ تو کیا تم باز آ جانے والے ہو؟

اِس الٰہی حکم کے نزول کے بعد ایک منادی مدینہ میں اعلان کرنے لگا کہ آج سے شراب حرام کی گئی۔ اس وقت ابوطلحہ کی قیامگاہ پر ایک شراب کی محفل جاری تھی اور حضرت انسؓ ساقیء محفل بن کر جام پر جام تقسیم کر رہے تھے۔ جب منادی کی آواز سنائی دی تو محفل کے ایک شخص نے کہا کہ معلوم کیا جائے کہ کیا اعلان ہو رہا ہے۔ اس پر ایک دوسرے فرد نے کہا پہلے تو شراب کے برتن ضائع کر دو اس کے بعد اعلان کی بابت معلوم کرو۔ چنانچہ حضرت انسؓ نے شراب کے برتن توڑ ڈالے اور مدینہ کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔ اس اعلان کے ساتھ ہی تمام صحابہؓ نے ہمیشہ کیلئے شراب ترک کر دی۔ تاریخِ عالم کا یہ ایک ایسا انوکھا واقعہ ہے جس کی مثال کسی مذہب، کسی تہذیب، کسی حکومت، کسی گروہ، کسی تنظیم یا کسی علاقہ میں نظر نہیں آتی۔

سرزمین امریکہ گواہ ہے کہ ایک لمبے عرصہ کی جدوجہد کے بعد امریکہ میں شراب کو غیر قانونی قرار دیا گیا اور Prohibition کا قانون 1919ء میں جاری ہوا لیکن صرف 13 سال کے مختصر عرصے میں مسلسل قانون شکنی کی وارداتوں نے یہ نتیجہ پیدا کیا کہ یہ قانون 1933ء میں واپس لے لیا گیا۔

اسی طرح ترکی میں جوئے کو غیر قانونی قرار دیا گیا مگر چند سال میں ہی وہ قانون واپس لے لیا گیا۔

۞......اہلِ مغرب کے بعض مورّخین نے اس عظیم انقلاب پر تبصرہ کئے جن میں سے دو حوالجات پیشِ خدمت ہیں۔

1۔ ریورنڈ باسورتھ سمتھ (Rev.Bosworth Smith) اپنی تصنیف Mohammad & Mohammedanism کے صفحہ 258 پر یوں رقمطراز ہیں:۔

"By thus absolutely prohibiting gambling and intoxicating Liquors, Mohammad did much to abolish,once and for all,over the vast regions that owed his sway,two of the worst and most irremediable evils of European society ; evils to the intensity of which the christian Governments of the Nineteenth Century are hardly yet beginning to awake."

”محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جوئے اور نشہ آور مشروبات کی قطعی اور مستقل ممانعت سے نہ صرف ایک وسیع علاقے پر جو کہ آپ کے زیر اثر تھا یورپین تہذیب کی دو بدترین برائیوں کو جن کا انسداد اُن سے ممکن نہ ہوسکا، ہمیشہ کے لئے کالعدم کر دیا۔ یہ برائیاں اس نکتہء عروج پر پہنچی ہوئی ہیں کہ انیسویں صدی کی عیسائی حکومتیں بڑی مشکل سے اس بارہ میں ابھی بیدار ہو رہی ہیں“۔

۞......ایک اور مبصّر خالد بیگ نے Islam as the Solution کے عنوان سے ایک مقالہ تحریر کیا جو اسلامی ریسرچ کونسل نے شائع کیا۔ اس میں آپ تحریر کرتے ہیں۔

Equally fascinating is the unparalled power of islam in shunning social evils that are consuming the World.Despite their myriad problems,the Muslim lands even today shine as islands of virtue in a deep dark ocean of vice. Consider Alcoholism, in the USA alone, the economic costs of Alcoholism and Drug abuse are reported to be at a quarter trillion Dollars per year. The social & moral costs are additional. But the solution evades World"s most technologically advanced and organized society. Actually it did try. In 1917,congress passed the 18th Amendment,prohibiting alcohol.......Thirteen years later prohibition was repealed.The "Noble Experiment" had failed miserably. In contrast, Islam banned Alcohol 14 centuries ago mong people whose love for alcohol was second to none. In three simple steps, spanning only a few years, alcohol was banished from the Muslim world. Today, despite small areas of infraction, a map of dry world coincides with the map of the Muslim World. Islam has declared alcohol to be Ummul-Khabaith (the root of all evil) and no power on earth can changethat designation.

www31.brinlster.com /ak4thanvi / 041705 / islam_ is _the _solution.htm

یعنی اسی طرح ایک اور تعجب انگیز امر اسلام کی وہ لاجواب طاقت اور اثر ہے جس نے ان معاشرتی برائیوں کا قلع قمع کر دیا جو دنیا کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں۔

باوجود اس کے کہ مسلمان ممالک متعدد مسائل کا شکار ہیں مسلمان علاقے آج بھی برائیوں کے گھرے اور سیاہ

سمندر میں چمکدار جزائر کی طرح نظر آرہے ہیں۔الکوحل ازم کو ہی لیجئے صرف امریکہ میں ہی الکحل اور دیگر منشیات کے استعمال پر ایک تہائی ارب ڈالر خرچ ہوتے ہیں ۔ معاشرتی اور اخلاقی نقصانات ان کے علاوہ ہیں۔دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ تہذیب جو ٹیکنالوجی میں عروج پر ہے اس معاشرتی مسئلہ کے حل میں ناکام رہی۔انہوں نے 1917ء میں اس کی کوشش کی اور کانگرس نے بل نمبر 18 کی ترمیم پاس کی جس سے امریکہ میں بھی الکحل غیر قانونی ہوگئی......مگر تیرہ سال بعد یہ قانون واپس لینا پڑا Noble Experiment ناکام ہوگیا۔اس کے برخلاف اسلام نے 1400 سو سال قبل عربوں میں، جو شراب کے ساتھ دیوانگی کی حد تک پیار کرتے تھے شراب حرام کردی۔ اور تین سادہ مراحل میں جو چند سالوں پر پھیلے ہوئے تھے مسلمان دنیا شراب سے پاک ہوگئی۔آج بھی سوائے چند استثناؤں کے دنیا کا dry نقشہ مسلمان دنیا کے نقشے کا عکس ہے۔اسلام نے اسکو ام الخبائث کہا ہے۔اور دنیا کی کوئی طاقت اس کو تبدیل نہیں کرسکتی۔‘‘

سچ ہے ؎

محبت سے گھائل کیا آپؑ نے
دلائل سے قائل کیا آپؑ نے
بیاں کر دیئے سب حلال و حرام
عَلَیْکَ الصَّلوٰۃُ عَلَیْکَ السَّلَام

آیئے اب یہ دیکھیں کہ انسداد شراب اور جوئے کے سلسلہ میں کیا تحقیقات جاری ہیں اور اس کے نفع ونقصان کے کیا اعداد و شمار ہیں۔شراب کی کیفیت اور کمیت کو معلوم کرنے کے لئے عالمی پیمانے پر WHO نے تفصیلی کام شروع کیا اور ان کی گزشتہ دو رپورٹوں میں جو علی الترتیب 1999ء اور 2004ء میں شائع ہوئیں مندرجہ ذیل حقائق بیان ہوئے ہیں۔:۔

کوائف اور اعداد و شمار در بادہ شراب

❁......دنیا میں دو بلین انسان شراب نوشی میں مبتلا ہیں جبکہ 76.3 بلین افراد شراب کے عادی ہیں۔

❁......انسانی جسم کی صحت کے ضمن میں شراب اور انسانی جسم پر 60 سے زائد بیماریوں کا رشتہ لازم وملزوم نظر آتا ہے۔

❁...... تقریباً 1.8 ملین اموات شراب کے براہ راست نتیجہ میں واقع ہوتی ہیں۔اور اسی ایک سال کے عرصہ میں 58.3 ملین زندگی کے سال بسبب اپاہج ہونے کے ضائع ہوجاتے ہیں۔

❁......جملہ بیماریوں میں سے شراب 9.2 فیصد حصہ دار ہے جو ترقی یافتہ ممالک میں اثر انداز ہے۔یہ حصہ تمباکو اور بلڈ پریشر کے مجموعی اثر کے قریب ہے۔

❁......1990ء میں شراب کی وجہ سے 11 لاکھ اموات واقع ہوئیں ان میں سے 470616 افراد موت سے بچ گئے۔یہ وہ ادھیڑ عمر کے افراد ہیں جو میانہ روی سے شراب نوشی کرتے ہیں۔ اور 773594 اموات براہ راست بے دریغ شراب کے استعمال کے نتیجہ میں ہوئیں۔ان اعداد و شمار سے جو صحت کے اثرات پر مرتب ہوتے ہیں یہ واضح ہوجاتا ہے کہ نقصان اور نفع کا تناسب 1.64:1 ہے یعنی نقصانات 64 فی صد زیادہ ہیں۔

(Global status report on alcohol 1999 page 46)

❁......انسانیت کو ہر سال تقریباً 360 بلین ڈالر شراب کی وجہ سے خرچ کرنے پڑتے ہیں۔اس کی کمیت کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ دنیا کی 1/6 آبادی یعنی ایک بلین انسان اس وقت ناداری کی حدود میں ہیں یعنی ان کی آمدنی ایک ڈالر یومیہ ہے تخمینہ جات کی یہی ایک اکائی ام الخبائث کے انتہائی اثر کو واضح کررہی ہے۔

❁......امریکہ کے اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ 1988ء میں 88 بلین ڈالر کی شراب خریدی گئی اور 1990ء میں 98.6 بلین ڈالر کا نقصان معاشرہ کو برداشت کرنا پڑا۔

قرآنی آیت میں مذکور صداقت کہ اس کے نقصانات اس کے نفع سے زیادہ ہیں،ان اعداد و شمار سے خوب واضح ہے۔

جُوئے کے متعلق اعداد و شمار

آیئے اب جوئے کے اعداد و شمار کا مطالعہ کریں کیونکہ اس بدی نے بھی ایک کثیر طبقہ انسانی کو گمراہ کیا ہوا ہے اور دن بدن اس کے پھیلاؤ میں نہایت سرعت کے ساتھ وسعت ہورہی ہے۔آج سے دو دہائیاں قبل صرف ایک ریاست Nevada میں اس کا عروج تھا۔اب امریکہ کی 50 ریاستوں میں سے 48 ریاستوں میں قانونی طور پر جوا پرورش پا رہا ہے۔اس کی مختلف شکلیں ہیں اور مختلف شاہراہوں سے یہ انسانیت کا تعاقب کررہا ہے۔

❁......گزشتہ تین دہائیوں میں جوئے کی رفتار اس کی کیفیت،طریق کار،سہولیات،اقسام اور پھیلاؤ میں زبردست اضافے ہوئے ہیں۔چنانچہ ایک سال کا نقصان ۷.۵۴ بلئین ڈالر بیان کیا جاتا ہے۔

❁......2001ء میں یونیورسٹی آف ایلونوئے کے چوٹی کے ماہر اقتصادیات جناب Earl L.Grinol نے ایک تفصیلی تحقیق پیش کی اور نفع ونقصان کے تخمینے منظر عام پر آئے ذیل میں ان کی تحقیق کا خلاصہ پیش ہے:۔

ان کی رپورٹ میں ۹ اقسام کے اقتصادی نقصانات کی مقدار کو باقاعدہ ریکارڈ کی شکل میں جمع کیا گیا ہے۔یہ اقسام حسب ذیل ہیں:۔

1۔جرائم 2۔تجارتی نقصانات اور افراد کے وقت کا ضیاع 2۔دیوالیہ 4۔بیماریاں 5۔خودکشی 6۔معاشرتی بہبود کے اخراجات 7۔خاندانی نقصانات 8۔حکومتی قانون سازی 9۔دولت کا غلط استعمال۔

❁......ایک سو افراد کی تحقیق یہ بتلاتی ہے کہ یہ جملہ نقصانات چودہ ہزار چھ (14006) ڈالر سے بائیس ہزار تہتّر (22073) ڈالرز کے لگ بھگ ہیں یعنی فی کس نقصان 140 سے 221 ڈالر ہے۔197.5 ملین افراد جو جوئے میں مبتلا ہیں امریکہ کی اقتصادیات کو 27.6 بلین ڈالر سے 43.7 بلین ڈالرز کا نقصان پہنچا رہے ہیں۔

❁......انہی ماہر اقتصادیات نے جوئے کے فوائد بھی جمع کئے ہیں اور یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ فی کس 34 ڈالر منافع ہر جواری کو ملتا ہے۔اس کے بعد وہ ایک چارٹ کی شکل میں ان اعداد و شمار کو پیش کرتے ہیں جو ذیل میں پیش خدمت ہیں:۔

Table1: Summary of per capita casino costs and Benefits

BENEFITS	US$	Total
Net increase in Business Profits	0	
Net increase in Tax collections	0	
Distance Consumer Surplus for Non problem, non-pathological gambles	34	
		$ 34

COSTS		
Crime	46	
Bus.& Employment	51	
Bankruptcy	4	
Suicide $??		
Illness	8	
Social Svcs.	27	
Direct Regulatory	10	
Family Costs	1	
Abused Dollars	44	
		$ 190
Net Social Cost Losses		-$156

ان اعداد و شمار کے بعد وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

’’شیڈول نمبر ا میں بیان کئے نفع ونقصان کے اعداد و شمار سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ معاشرتی نقصان اور نفع کی نسبت 190:34 ہے یعنی 5.6:1 دیگر الفاظ میں نقصانات نفع سے 5.6 گنا زیادہ ہیں۔

ایسا لگتا ہے کہ قرآنی آیت کی تفسیر اعداد و شمار میں پیش کی گئی ہے۔

❁......امریکہ کے ایک مؤرخ John Fzel اپنی کتاب Fortunes Merry Wheel میں لکھتے ہیں:

’’اگر تاریخ ہمیں کچھ سکھلاتی ہے تو 1300 قانونی لاٹری کے اڈوں کا مطالعہ یہ بتلاتا ہے کہ لوگوں نے ان کے ذریعے سے جو نقصانات اٹھائے ہیں وہ ان کے فوائد سے کہیں زیادہ ہیں اگر ان کا یہ نقصان مجموعی معاشرتی اثر کے رنگ میں دیکھا جائے‘‘۔

(John Ezel: "Fortune's Merry Wheel" cited by William Geterson "What you should know about Gambling)

شراب و جوئے کے معاشرتی نقصانات

قرآنی آیت کا دوسرا حصہ یہ نتیجہ بیان کرتا ہے کہ شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ وہ شراب اور جوئے سے تمہارے درمیان بغض اور دشمنی پیدا کردے۔چنانچہ Kerby Anders نے اپنے مضمون Gambling میں لکھا ہے

’’جب لوگ قانونی جوئے میں حصہ لیتے ہیں تو جوئے کے معاشرتی نقصانات ان کی آنکھوں سے اوجھل ہوتے ہیں لیکن بعد ازاں یہ نقصانات واضح ہوجاتے ہیں جب خاندان ٹوٹتے ہیں اور انفرادی زندگیاں متاثر ہوتی ہیں۔......خاندان ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتے ہیں اور تنازعات کے نتائج میں طلاقیں اور دیوالیہ شامل ہیں۔

Colo oyden اور sydney Mangolives اپنی کتاب When you gamble,you risk more than your money کے اختتام پر لکھتے ہیں ’’جوئے کے اہلی زندگی پر خطرناک اثر میں کوئی شبہ نہیں۔اس کے تیزابی اثرات سفید فام اور سیاہ فام نسلوں پر یکساں اثر انداز ہیں۔ (صفحہ ۱۲)

شراب کے متعلق دیگر مذاہب کی تعلیمات

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس شعر کا جس کا ذکر مضمون کے آغاز میں کیا گیا ہے دوسرا مصرعہ یوں ہے ؎

نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بستاں ہے

اس نکتہ معرفت کو سمجھنے کے لئے ہمیں چمنستان مذہب میں جانا ہوگا اور تمام مذاہب کا مطالعہ کرنا ہوگا تاکہ یہ ثابت ہوسکے کہ صرف قرآن کریم ہی وہ نخلستان ہے جہاں بہار ہمیشہ رہتی ہے اور دیگر مذاہب اس کے عشر عشیر کو بھی پیش نہیں کرسکتے اس نقطہ نظر سے آیئے اب مطالعہ مذاہب کریں۔

ہندو مذہب:۔ ہندومت بہت قدیم مذہب ہے اس کی مقدس کتاب وید ہے جس کے چار حصص ہیں ۔گ وید اور اتھر وید میں شراب کے استعمال کو نہ صرف ناجائز قرار دیا بلکہ دیوتاؤں کو خوش کرنے کا ذریعہ ٹھہرایا۔ ذیل کے حوالہ جات ان حقائق پر روشنی ڈالتے ہیں

1۔رگ وید میں درج ہے’’ اے اشونی کمارو! پہاڑوں میں جنگلوں میں جنگلی جڑی بوٹیوں میں جو مدھو (شراب) ہے اس وقت (یعنی یگیہ کی تقریب پر) جو کشید کی جاتی ہے اس کا رس میرے اور آپ کے لئے ہو۔

(بحوالہ تفسیر کبیر جلد دوئم صفحہ 682)

بلور کے بنائے ہوئے دیوتا نیتر کی پوجا کے وقت اسے شراب سے غسل دیا جاتا ہے اور یہ منتر دہرایا جاتا ہے ’’اے بلور کے بنے ہوئے نیتر آپ ہمارے مہمان ہوکر ہمارے گھر میں رہے گا اور ہم آپ کو گھی،شراب اور شہد اور میٹھے میٹھے اسی طرح کے کھانے دیتے ہیں۔آپ ہمیشہ ہماری بھلائی سوچتے رہا کریں جیسے باپ اپنی اولاد کے لئے بہتری سوچتا رہتا ہے۔‘‘

(اتھر وید کا نڈ نمبر 15 منتر 26-27)

الغرض ہندو مذہب نے شراب کے استعمال کو نہ صرف جائز قرار دیا بلکہ دیوتاؤں کی پوجا میں ان کو اہتمام سے پیش کیا۔

زرتشتی مذہب: اس مذہب میں بھی شراب مستحسن سمجھی گئی ہے۔حضرت زرتشتؑ کی پیدائش کے وقت ان کے والد کو فرشتے نے ایک گلاس میں شراب پیش کی چنانچہ اس مذہب کی مخصوص دعاؤں کے وقت قالین پر جو اشیاء چنی جاتی ہیں ان میں شراب اور اعلیٰ میوہ جات شامل ہیں اور مذہبی رسوم کے وقت شراب کا استعمال ضروری سمجھا جاتا ہے۔

بائبل میں شراب کا ذکر: بائبل میں شراب کا ذکر 237 مرتبہ آیا ہے 198 مرتبہ عہد نامہ قدیم میں اور 39 مرتبہ عہد نامہ جدید میں۔ان تمام بیانات میں ایک قدر مشترک نظر آتی ہے کہ شراب یقیناً پی جاسکتی ہے لیکن اس مقدار میں کہ پینے والا مدہوش نہ ہوجائے اگرچہ خود متعدد انبیاء کے بارہ میں مذکور ہے کہ وہ شراب کے نشے میں مدہوش ہوگئے اور اس وجہ سے ان سے بدیاں سرزد ہوئیں۔ (نعوذ باللہ)۔حضرت عیسیٰؑ کی بابت یہ بتایا گیا ہے کہ انہوں نے پانی کو شراب میں تبدیل کیا اور اس کو معجزہ کی حیثیت سے پیش کیا گیا ہے۔

الغرض چمنستان مذاہب میں ایک مذہب بھی ایسا نظر نہیں آتا جس نے شراب کی ممانعت کی ہو یا اس کی ممانعت کا کوئی فلسفہ بیان کیا ہو۔صرف اسلام ہی وہ حسین مذہب ہے جس نے شراب اور جوئے کو عمل شیطان قرار دیا ہے۔خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اُمُّ الْخَبَائِثْ قرار دیا اور اس کے جملہ استعمالات خرید وفروخت یا دیگر امور جو کسی طرح شراب کی تجارت سے متعلق ہوں سب کے سب ممنوع ہیں۔مذاہب کے تفصیلی مطالعہ سے اس مصرعے کی عظمت اظہر من الشّمس ہوجاتی ہے۔ ؎

نہ وہ خوبی چمن میں ہے نہ اس سا کوئی بوستاں ہے

❁❁❁❁❁

آسٹریلیا کے قدیم باشندے

(خالد سیف اللہ خان ۔ آسٹریلیا)

آسٹریلیا کا تعارف یہاں کے قدیمی باشندوں کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتا ۔ یہ لوگ جنہیں ایبو رجنی (ABORIGINES) کہا جاتا ہے۔کم ازکم چالیس ہزار سال سے یہاں رہ رہے ہیں۔ان کا قصہ جہاں کئی علوم کے ماہرین کے لئے دلچسپی کا حامل ہے وہاں خدا اور اسکے رسولوں کے ماننے والے بھی اس سے کئی دلچسپ نتائج اخذ کرسکتے ہیں۔حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کو بھی اس معاملہ میں بہت دلچسپی تھی چنانچہ آپ نے اپنی کتاب REVELATION,RATIONALITY,KNOWLEDG AND TRUTH کے صفحات 217 تا 234 میں ان قدیمی باشندوں کے مذہب اور خدا کے تصور پر خود اپنی اور دوسروں کی تحقیق درج فرمائی ہے۔سوال و جواب پروگرام منعقدہ 18/نومبر 1994ء کو آپ نے ایک سوال کے جواب میں آدم کی حقیقت ،اس کے ارتقائی مراحل اور آسٹریلیا کے قدیم لوگوں کے سماجی اور مذہبی حالات پر خوب روشنی ڈالی تھی۔

(روزنامہ الفضل ۳۰ جنوری ۲۰۰۳ء)

موجودہ انسان کوئی ڈیڑھ دو لاکھ سال قبل افریقہ سے اچانک ابھرا۔ ”اچانک“ اس لئے کہ آدمی سے مشابہ کھڑا ہونے اور چلنے والے جس جاندار سے یہ علیحدہ ہوا اس کے اعضاء اور قویٰ اس کے مقابلہ میں بہت کم درجہ کے تھے اور یہ ان سے غیر معمولی طور پر افضل تھا مثلاً آدم کا دماغ اس کے دماغ سے بہت بڑا تھا۔اور عجیب بات یہ ہے کہ درمیانی منازل غائب تھیں۔ان کا کہیں نشان نہ ملا جبکہ یہ زبردست تبدیلیاں نہ پہلے کا جاندار آگے منتقل کرسکتا تھا۔اور نہ وہ ازخود پیدا ہوسکتی تھیں۔بہرحال انسان بہتر غذا اور ٹھکانوں کی تلاش میں افریقہ سے باہر نکلا۔سائنسدانوں کا خیال تھا کہ وہ پہلے مصر میں آیا اور پھر وہاں سے دنیا میں پھیلا لیکن حال ہی کی تحقیق جو اپنے طور پر کیمرج یونیورسٹی اور نیشنل یونیورسٹی آسٹریلیا نے کی ہے کے مطابق انسان افریقہ سے نکل کر سب سے پہلے مصر کی بجائے عرب میں آیا تھا اور وہاں سے ۶۵ ہزار سال قبل بحیرہ ہند کے ساحل کے ساتھ چلتے چلتے انڈونیشیا سے ہوتے ہوئے آسٹریلیا پہنچا اور بعد میں دوسرا گروپ (اب سے تیس چالیس ہزار سال قبل) یورپ کی طرف پھیل گیا۔اب آگے مذہب کی تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ آج سے قریباً 6155 قمری سال پہلے (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیدائش سے 4739 قمری سال قبل) وہ آدم علیہ السلام پیدا ہوئے تھے جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جد امجد تھے۔معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس گروپ کے لئے مبعوث ہوئے تھے جو مکہ کے اردگرد عرب ہی میں ٹھہرا رہا تھا۔اسی کو خدا نے عربی زبان سکھائی تھی۔ابتدائی شریعت دی۔انہیں کے لئے مکہ میں خدا کا پہلا گھر تعمیر ہوا اور چونکہ ان کی زبان عربی تھی اس لئے دنیا کی سب زبانیں اسی سے نکلیں اور جہاں سے وہ دنیا میں پھیلے تھے وہی بستی ام القریٰ یعنی بستیوں کی ماں کہلائی۔

یہ ابتدائی انسان دنیا کے کئی حصوں میں آباد ہوا، چلّی میں ایسے انسان کے قدموں کے نشان ملے ہیں جو ساڑھے بارہ ہزار سال پہلے وہاں رہتا تھا۔اور ایک جدید تحقیق یہ بھی کہتی ہے کہ چودہ ہزار سال قبل امریکہ اور برازیل میں آسٹریلیا کے ABORIGINES نسل کے لوگ آباد تھے جس پر آسٹریلیا کے اخباروں نے بڑے فخر سے یہ لکھا تھا کہ امریکہ کے قدیم ترین باسی تو ہم آسٹریلین تھے۔

آسٹریلیا کے ذکر میں ایک انگریز آسٹریلوی پروفیسر کا ذکر بھی خالی از دلچسپی نہ ہوگا جس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملاقات کا شرف حاصل ہوا۔اور ان کی موت اسلام پر ہوئی۔ ان کا ذکر حضرت مفتی محمد صادق رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”ذکر حبیب“ کے صفحات 409 تا 422 میں کیا ہے ان کا اسم گرامی پروفیسر کلیمنٹ ریگ (PROF.CLEMENT WRAGG) تھا۔ آپ ایک مشہور سیاح، ہیئت دان اور لیکچرر تھے۔آپ کا اصلی وطن انگلستان تھا لیکن آسٹریلیا میں بہت مدت تک گورنمنٹ سروس کرتے رہے۔ بہت غیر متعصب اور انصاف پسند انسان تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے۔ بعد میں نیوزی لینڈ چلے گئے اور وہیں وفات پائی۔

جن دنوں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے وصال سے قبل لاہور میں قیام فرما تھے پروفیسر صاحب بھی لاہور آئے ہوئے تھے۔حضرت مفتی صاحب جن کو تبلیغ کی ایک قسم کی لو اور دھت لگی ہوئی تھی انہوں نے موقع غنیمت جانا اور اس کو مل کر تبلیغ کی۔ اس نے حضور سے ملنے کا شوق ظاہر کیا مفتی صاحب نے حضرت مسیحِ موعودؑ سے اس کا ذکر کیا تو آپ نے ہنستے ہوئے فرمایا کہ مفتی صاحب تو انگریزوں کو ہی شکار کرتے رہتے ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس کی اجازت دے دی کہ وہ آکر ملاقات کرے۔ چنانچہ وہ اور اس کی بیوی دو دفعہ حضور کی ملاقات کے لئے احمدیہ بلڈنگ آئے اور بہت سے دلچسپ علمی سوالات کئے جو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ دوسری ملاقات میں ان کا چھوٹا لڑکا بھی ساتھ تھا۔ پروفیسر صاحب حضور کی ملاقات سے بہت متاثر ہوئے اور کہا کہ مجھے بہت خوشی ہوئی ہے کہ آپ کا مذہب سائنس کے مطابق ہے۔جس پر حضور نے فرمایا کہ اسی لئے تو خدا نے ہمیں بھیجا تا ہم دنیا پر ظاہر کریں کہ مذہب کی کوئی بات سچی اور ثابت شدہ سائنس کے خلاف نہیں۔حضرت مفتی صاحب لکھتے ہیں{

”پروفیسر بعد میں احمدی مسلمان ہوگیا تھا اور مرتے دم تک اس عقیدہ پر قائم رہا۔ اور اس کے خطوط میرے پاس آتے رہے۔“ (ذکر حبیب صفحہ ۴۲۲)

جس طرح آج کل کے عیسائیوں کو بہت بے چینی ہے کہ بائبل تو آدم سے انسانیت کا آغاز بتاتی ہے جس کو صرف چھ ہزار سال کا ہی عرصہ گزرا ہے جبکہ سائنسی شواہد اس کے خلاف ہیں کیونکہ انسان اس عرصہ بہت پہلے کا زمین پر آباد ہے تو پھر کس بات کو سچا سمجھا جائے؟ معلوم ہوتا ہے یہی سوال پروفیسر ریگ کو بھی پریشان کرتا ہوگا کیونکہ وہ تو آسٹریلیا میں رہائش پذیر تھا اور جانتا تھا کہ وہاں کے قدیم باشندے ہمارے آدم سے بہت پہلے کے وہاں رہ رہے ہیں۔ چنانچہ پروفیسر صاحب نے ۱۸ مئی ۱۹۰۸ء کو جو حضرت مسیحِ موعودؑ سے سوالات پوچھے ان میں امریکہ اور آسٹریلیا کے اصل باشندوں کی بابت بھی پوچھا کہ ”کیا یہ لوگ جو دنیا کے مختلف حصوں امریکہ، آسٹریلیا وغیرہ میں پائے جاتے ہیں یہ اس آدم کی اولاد میں سے ہیں؟

حضرت مسیحِ موعودؑ نے فرمایا:

”ہم اس بات کے قائل نہیں اور نہ ہی اس مسئلہ میں ہم توریت کی پیروی کرتے ہیں کہ چھ سات ہزار سال سے ہی جب سے یہ آدم پیدا ہوا تھا اس دنیا کا آغاز ہوا ہے اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا اور خدا گویا معطل تھا اور نہ ہی ہم اس بات کے مدعی ہیں کہ یہ تمام نسل انسانی جو اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں موجود ہیں یہ اسی آخری آدم کی نسل ہے ہم تو اس آدم سے پہلے بھی نسلِ انسانی کے قائل ہیں جیسا کہ قرآنِ شریف کے الفاظ سے پتہ لگتا ہے۔خدا نے یہ فرمایا کہ ﴿اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَۃً﴾ (البقرۃ:31)

خلیفہ کہتے ہیں جانشین کو۔اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ آدم سے پہلے بھی مخلوق موجود تھی ۔ پس امریکہ اور آسٹریلیا وغیرہ کے لوگوں کے متعلق ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اس آخری آدم کی اولاد میں سے ہیں یا کسی دوسرے آدم کی اولاد میں سے ہیں۔“ (ملفوظات جلد دہم صفحہ ۴۳۲)

1989ء میں جب حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ آسٹریلیا کے دورہ پر تشریف لائے تھے تو آسٹریلیا کے قدیم باشندوں کے لیڈر برنم برنم بھی ایک گروپ کے ساتھ حضور کو ملنے آئے تھے۔وہ ایبورجینز کی اس نسل کے نمائندہ تھے جنہیں مسروقہ نسل (STOLEN GENERATION) کہا جاتا ہے۔ وہ ان ہزاروں بچوں میں سے ایک تھے جن کو حکومت نے ان کے والدین سے زبردستی چھین کر مختلف اداروں اور چرچوں کی کفالت میں دے دیا تھا۔ان کا ماضی ان سے چھین لیا گیا تھا۔ انہیں عیسائی مذہب اور کلچر سکھایا گیا تھا۔ان کے والدین اور قبیلوں سے ان کا تعلق منقطع کر دیا گیا اور ان پر طرح طرح کے ظلم کئے گئے۔ برنم برنم 1936ء میں پیدا ہوئے تھے ابھی پانچ ماہ کے تھے کہ گوروں نے زبردستی ان کی والدہ کی گود سے انہیں چھین لیا تھا۔وہ کہتے ہیں کہ ہمیں وہاں انسان نہیں بلکہ حیوان سمجھا جاتا تھا۔رات کے وقت ان کے سامنے بے حیائی کے کام کئے جاتے تھے۔ان بچوں سے ان کی طاقت سے بڑھ کر سخت کام لئے جاتے بھوکا رکھا جاتا علاج کی سہولت سے بھی محروم رکھا جاتا۔ چنانچہ بہت تھے جو وقت سے پہلے مرجاتے۔ (سڈنی مارننگ ہیرلڈ 24/مئی 1997ء) برنم برنم 1997ء میں وفات پا گئے تھے۔

گوروں کی آمد سے کم ازکم چالیس ہزار سال پہلے سے ایبورجینز آسٹریلیا میں رہتے تھے ان کے مذہب کی بنیاد خوابوں پر ہے جن کے بارہ میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سچی مبشر رؤیا نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہے۔یعنی خدا کی طرف سے ملنے والی ہدایت کا آغاز خوابوں کے ذریعہ ہوتا ہے جو ترقی کرتے کرتے شریعت اور ماموریت کے الہام تک پہنچتا ہے۔ایبورجینز مختلف قبائل میں بٹے ہوئے تھے۔ چھ سو سے زائد زبانیں بولی جاتی تھیں۔نہ ان کا آپس میں کوئی رابطہ تھا نہ کوئی مشترک زبان تھی لیکن عجیب بات یہ ہے کہ اس کے باوجود وہ سبھی یہ مانتے تھے کہ کائنات کی ایک طاقت ہے جو رؤیا کے ذریعہ ہم سے رابطہ رکھتی ہے۔ان کی خوابوں کا ایک نظام ہے خوابوں کی تاویل کرنے والے ان میں بزرگ موجود ہیں۔اور یہ کہتے ہیں کہ خوابوں میں جو پیغام ملتے ہیں وہ مستقبل میں اسی طرح پورے ہوتے ہیں یہ گویا اس بات کا ثبوت ہے کہ خدا نے کسی بھی قوم اور نسل کو بغیر ہدایت کے نہیں چھوڑا (تفصیل کے لئے دیکھیں حضورؒ کی کتاب اور روزنامہ الفضل 30/ جنوری 2003ء) ان کو یقین تھا کہ اس کائنات میں ایک برتر ہستی ہے جو ہر چیز سے پہلے موجود تھی جس نے دنیا کو پیدا کیا اور پھر آسمانوں پر چلی گئی (جس طرح قرآن کہتا ہے کہ خدا نے مخلوقات کو پیدا کیا اور عرش پر قرار فرما ہوگیا یعنی مخلوق سے منزہ جو تنزیہی صفات ہیں ان کے پردہ میں مستور ہوکر اور تشبیہی صفات کو ظاہر کرکے تدبیر امور کائنات فرمانے لگا)۔

یورپین اقوام نے ان سے ملک چھینا۔ جہاں تک ہوسکا ان کو ختم کیا۔وہ اپنے اپنے قبیلہ کے رسم و رواج کے پابند تھے۔جنگلوں میں جو کچھ ملتا اسے کھا کر اپنی بھوک مٹاتے بیاہ۔شادی اور موت کی رسومات بھی ان میں تھیں۔ باوجود نیم برہنہ رہنے کے ان میں عفّت کا ایک معیار تھا۔شادی سے پہلے لڑکا لڑکی ایک دوسرے کو چھوتے تو ان کو سزا دی جاتی ۔یہ لوگ نہ تو شراب سے آشنا تھے نہ نشوں کے عادی تھے نہ کوئی جوئے کی لت انہیں تھی۔اور اب ان کا مذہب عیسائیت تھا۔ چرچ سختی سے نگرانی کرتے ہیں کہ کوئی دوسرا مذہب ان میں نفوذ کرنے نہ پائے۔منشیات کے عادی ہو چکے ہیں کچھ نہ ملے تو پٹرول کو ہی سونگھ کر نشہ کی عادت پوری کرتے ہیں۔جو وظیفہ حکومت سے ملتا ہے اور ان کو دوسروں کے مقابلہ میں بہت فراخ دلی سے ملتا ہے وہ اکثر جوئے اور نشہ کی نذر ہو جاتا ہے اور جب خرچ پورے نہیں ہوتے تو چوریاں کرتے اور ڈاکے ڈالتے ہیں۔حکومت چونکہ ان کو اتنا دیتی ہے کہ بغیر کوئی کام کئے زندگی گزار سکتے ہیں۔اسلئے اکثر بیکار رہتے ہیں جس کی وجہ سے وہ اخلاقی اور سماجی برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ان میں وہ سب برائیاں رچ بس گئی ہیں جن میں گورے خود بھی مبتلا ہیں۔بغیر شادی کے اکٹھے رہنا بھی عام ہے۔اسی حالت میں بچے بھی پیدا ہوتے رہتے ہیں جن کا اکثر کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ ان میں سمجھدار لوگ بھی ہیں۔بعض تو خاصے پڑھے لکھے اور ذہین بھی ہیں۔وہ ان برائیوں سے تنگ آ چکے ہیں۔لیکن کچھ نہیں کر سکتے بلکہ شخصی آزادی کے نام پر کھلی چھٹی دینے پر مجبور ہیں۔حد تو یہ ہے کہ ان طور طریقوں سے تنگ آنے کے باوجود کچھ سننا بھی گوارا نہیں کرتے۔دوسروں کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھتے ہیں۔اپنی زندگی اپنے ہاتھوں سے برباد کررہے ہیں۔نشہ آور اشیاء کھا کر بیکار پڑے رہتے ہیں۔یا ادھر ادھر پھرتے رہتے ہیں۔

مجھے ایک احمدی دوست نے بتایا کہ ایک ایبورجینی مسلمان ہوگیا ہے۔ کچھ عرصہ بعد اس کے دوستوں نے اس سے پوچھا کہ تمہیں مسلمان ہوکر کیا ملا؟ کہنے لگا میں اب صاف ستھرا رہتا ہوں کیونکہ نماز پڑھنی ہوتی ہے۔ باقاعدہ شادی کرکے بیوی بچوں کے ساتھ رہتا ہوں۔نہ مَیں شراب پیتا ہوں نہ کوئی اور نشہ کرتا ہوں۔ جوا بھی نہیں کھیلتا ہوں۔کام کرکے کھاتا ہوں میرے پاس پیسے بچتے ہیں اس لئے مَیں نے اپنا مکان بھی قسطوں پر خرید لیا ہے۔جبکہ تم سب اپنے پیسے ادھر ادھر ضائع کردیتے ہو۔اور کرایہ کے مکانوں میں رہتے ہو۔اب بتاؤ کہ میں اچھا ہوں کہ تم؟

جو کچھ اس نے کہا اگر وہ سچ ہے تو اس نے مسلمان ہونے کا دنیا ہی میں فائدہ اٹھالیا اور آخرت کا فائدہ الگ ہے یہی ایبورجینز کے لئے پیغام ہے۔اگر سوچیں تو اسلام کے قلعہ کے اندر آجائیں تو سب دکھوں اور پریشانیوں سے بچ جائیں گے۔

قائم شدہ 1952

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ

خالص سونے کے اعلیٰ زیورات کا مرکز

شریف جیولرز ربوہ

ریلوے روڈ	اقصیٰ روڈ
6214750	6212515
6214760	6215455

پروپرائٹر۔میاں حنیف احمد کامران

Mobile: 0300-7703500

الفضل انٹرنیشنل میں

اشتہار دے کر

اپنی تجارت کو فروغ دیں۔

(مینیجر)

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ : محمود احمد ملک)

اس کالم میں ان اخبارات و رسائل سے اہم ودلچسپ مضامین کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے جو دنیا کے کسی بھی حصہ میں جماعت احمدیہ یا ذیلی تنظیموں کے زیرانتظام شائع کئے جاتے ہیں۔ خط و کتابت کیلئے ہمارا پتہ حسب ذیل ہے۔ براہ کرم خطوط میں اپنے مکمل پتہ کے علاوہ فون نمبر بھی ضرور تحریر فرمائیں:

AL-FAZL DIGEST, 22 DEER PARK ROAD,
LONDON SW19 3TL U.K.

''الفضل ڈائجسٹ'' کی ویب سائٹ کا پتہ یہ ہے:-

http://www.alislam.org/alfazal/d/

آنحضرت ﷺ اور مدینہ کے یہود

آنحضرت ﷺ کے مدینہ کے یہود سے تعلقات سے متعلق مکرم ڈاکٹر مرزا سلطان احمد صاحب کا ایک تحقیقی مضمون روزنامہ ''الفضل'' ربوہ میں پانچ اقساط میں شائع ہوا۔ اس مضمون کی آخری قسط (مطبوعہ الفضل 12 فروری 2005ء) میں مستشرقین کی حقیقت سے دُور آراء اور اخذ کردہ غلط نتائج سے متعلق مضمون نگار نے نہایت عمدگی سے روشنی ڈالی ہے۔

یہودی قبیلہ بنوقریظہ جب بدعہدی اور غداری کے نتیجہ میں قلعہ بند ہوگیا اور پھر ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہوا تو اُن کو حضرت سعدؓ نے اُن کی شریعت کی رُو سے ہی سزا سنائی۔ اس سزا کے حوالہ سے ولیم میور نے اپنی تاریخی کتاب میں یہ تو تسلیم کرلیا کہ بنوقریظہ نے غداری کی تھی لیکن دوسری طرف وہ سخت الفاظ میں حضرت سعد بن معاذ کے فیصلے پر اعتراض کرتے ہیں اور اس کو monstrous cruelty یعنی بہیمانہ ظلم اور دامن پر ایسا بدنما داغ قرار دیتے ہیں جسے دھویا نہیں جاسکتا۔

ولیم میور کی زندگی کا بیشتر حصہ عیسائیت اور بائبل کی تبلیغ میں گزرا تھا۔ ہندوستان میں اپنے چالیس سالہ قیام کے دوران وہ اس مقصد کے لئے کتب اور ٹریکٹ لکھتے رہے۔ بائبل میں استثناء باب 20 میں درج ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ افواج کسی قلعے کا محاصرہ کریں تو اس کے سب مردوں کو موت کے گھاٹ اتا دو۔ اور اگر یہ جنگ ارضِ مقدس میں ہورہی ہو تو مردوں کے ساتھ عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کرنے کی بہت تاکید ہے۔ چنانچہ ان احکامات کی موجودگی میں حضرت سعدؓ کے فیصلے پر اعتراض بے معنی ہے۔ اور میثاقِ مدینہ کی رو سے یہود کو مذہبی آزادی حاصل تھی اور یہ تاریخی طور پر ثابت ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے پاس یہود کا کوئی مقدمہ پیش ہوتا تو توراۃ کی شریعت کی رو سے ان کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ چنانچہ اعتراض کرنے والے عیسائی اور یہودی مصنفین کو اگر اعتراض کرنا چاہئے تو اپنی مقدس کتاب کی تعلیم پر کرنا چاہئے نہ کہ حضرت سعدؓ پر۔

ولیم میور 18 برس کی عمر میں 1837ء میں ہندوستان آئے۔ اور چالیس برس تک یہاں پر پہلے ایسٹ انڈیا کمپنی اور پھر برٹش راج کی ملازمت کی اور گورنر کے عہدہ تک پہنچے۔ 1857ء کی جنگ اسی دوران کا واقعہ ہے۔ اُن کی یہ کتاب 1861ء میں شائع ہوئی تھی اور کافی سالوں میں لکھی گئی تھی یعنی اسے تقریباً اس جنگ کے زمانے میں ہی لکھا گیا تھا۔ انگریزوں کے نزدیک اس جنگ میں ان کے خلاف کھڑے ہونے والے غداری (treason) کے مرتکب ہوئے تھے چنانچہ ولیم میور کی قوم نے اُن بے چاروں کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ بہت سے لوگوں کو سرِ عام توپوں کے دھانوں سے باندھ کر توپوں کو چلا دیا گیا اور ان بدنصیبوں کے جسموں کے چیتھڑے ہوا میں اڑ جاتے تھے۔ دہلی میں جب فاتح افواج داخل ہوئیں اور ان کے سامنے وہ فوجی پیش کئے گئے جو زخمی ہونے کے باعث فرار نہیں ہوسکے تھے تو فوری طور پر ان کا علاج گولیوں سے کیا گیا۔ فاتح افواج کو جو نظر آتا تھا اسے گولیوں کا نشانہ بنا دیا جاتا تھا خواہ وہ کوئی فوجی ہو یا معصوم شہری۔ تین ماہ تک چاندنی چوک میں پھانسی نصب رہی اور روزانہ گاڑیاں پھانسی پانے والوں کی لاشوں سے بھر کر جاتی تھیں۔ ہزاروں ایسے مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا جنہوں نے جنگ میں بالواسطہ یا بلا واسطہ کوئی شرکت کی تھی۔ ہڈسن نے راستے میں بغیر کسی تحقیق اور مقدمے کے بہادر شاہ ظفر کے تین بیٹوں کو ننگا کر کے گولی مار دی اور لاشوں کو عبرت کے لئے لٹکا دیا گیا۔ مغلیہ خاندان کے فاتر العقل شخص مرزا قیصر کو بھی پھانسی دے دی گئی۔ ایک شہزادہ کو جو گنٹھیا کی وجہ سے بیمار تھا اور ہل بھی نہیں سکتا تھا پھانسی دیدی گئی، اس کی لاش اپنی معذوری کے سبب ٹیڑھی ہوکر لٹکی رہی۔ انگریز مرد اور عورتیں چاندنی چوک میں کرسیوں پر براجمان ہوکر پھانسیوں کے منظر سے لطف اندوز ہوتے تھے۔ جب یہ مہذب افواج دہلی میں داخل ہوئیں تو وہ وحشیانہ سلوک کیا گیا کہ بہت سی عورتوں نے کنوؤں میں کود کر خودکشی کر لی۔ خود انگریزوں کا بیان ہے کہ یہ کنویں ان کی لاشوں سے اَٹ گئے تھے۔ نواب جھجھر کو اس لئے پھانسی دی گئی کہ انہوں نے سرمٹکاف کو پناہ نہیں دی تھی۔ والیٔ فرخ نگر کے خاندان کے 72 افراد کو پھانسی دی گئی۔ بہت سے مسلمانوں کو سوروں کی کھالوں میں سیا گیا، پھانسی سے پہلے ان پر سور کی چربی ملی گئی۔ کئی لوگوں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ دہلی میں لوگوں کے گھروں کو نذرِ آتش کیا گیا۔ دہلی میں لوگوں کے گھروں سے لوٹا گیا سامان ایک ادارہ پرائز ایجنسی بنا کر اس کے ذریعہ فروخت کیا گیا۔ غازی آباد میں بہت سے لوگوں کے گلوں میں مرے ہوئے کتے باندھ کر انہیں پھانسی دی گئی۔ مخالفوں کے گھر مسمار کئے گئے۔ یہ تو صرف چند مثالیں ہیں اور خود انگریز مصنفین بھی اس سے انکار نہیں کرتے کہ اس طرح کی زیادتیاں بغیر کسی تفتیش کے کی گئی تھیں۔ تو یہ تھا وہ رحمدلانہ سلوک جو اس حکومت نے کیا تھا، جس کے ساتھ میور صاحب منسلک تھے۔

اس بہیمانہ سلوک کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ کے فیصلے کو ظلم قرار دینا تو منافقت کے سوا اور کچھ نہیں۔ اور یہ امر نظرانداز نہیں کیا جاسکتا کہ اس وقت انگریزوں کی حیثیت ایک غیرملکی حکمران کی تھی جو سات سمندر پار سے پہلے تاجر بن کے آئے اور پھر ملک پر قبضہ کرلیا۔ جس حکومت اور نظام کا میورؔ حصہ تھے اس کی قوتِ برداشت کا تو یہ عالم تھا کہ جب سرسید نے اسبابِ بغاوتِ ہند تحریر کی تو حکومت نے اس مضمون کو باغیانہ قرار دیدیا اور سرسید کو سخت سزا دینے کی حمایت کی۔ حالانکہ مضمون میں صرف تاریخی تجزیہ پیش کیا گیا تھا۔

1857ء کی جنگ کا آغاز ہوا تو ولیم میور آگرہ میں کمپنی حکومت کے سیکرٹری تھے اور جنگ کے آغاز کے بعد انہوں نے وہاں پر جاسوسی کے ادارہ کے انچارج کے فرائض سنبھالے تھے۔ ان کی کارکردگی اتنی غیرمعیاری تھی کہ Mark Thornwell نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ بہت سے انگریز اس محکمے کی کارکردگی پر ہنسا کرتے تھے۔ میورؔ کا سب سے معتبر جاسوس ایک نابینا تھا، چنانچہ میورؔ نے غلط معلومات کی بنیاد پر ایک مرتبہ اپنی فوج کی غلط رہنمائی بھی کردی تھی۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی فطرت میں اس بات کی صلاحیت کم رکھی گئی تھی کہ غلط اور صحیح روایت میں فرق کرسکیں یا درست نتیجہ اخذ کرسکیں۔ بہرحال اس جنگ کے دوران انہیں شمال مغربی صوبے کا گورنر بھی لگایا گیا تھا۔ اس دوران انہوں نے 31/اکتوبر 1857ء کو اپنے ایک ساتھی انگریز افسر کو لکھا کہ ہر وہ سپاہی جس نے ان کے مطابق غداری کی تھی، اسے بغیر کسی رحم کے موت کے گھاٹ اتار دینا چاہئے تھا۔ میور صاحب نے اپنے لئے تو یہ معیار رکھا ہوا تھا کہ جو ان کے خلاف سر اٹھائے اس کا سر قلم کردینا چاہئے لیکن صدیوں پہلے بنوقریظہ کے مجرموں کی ہمدردی میں صفحات سیاہ کئے جارہے تھے۔ پھر اس میں خود اقرار کرتے ہیں کہ ان کی حکومت کے افسران نے لوٹ مار کا بازار گرم کیا تھا حتیٰ کہ اتنی لوٹ مار کے بعد ان کو زندگی بھر کچھ کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ دراصل میور نے یہ کتاب مسلمانوں سے مذہبی تعصب اور انتقام کے ایام میں تحریر کی تھی، اسی رو سے مغلوب ہوکر میور نے آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پر گھٹیا حملے کئے لیکن اُن کی تحریر میں تحقیق اور توازن کہیں نظر نہیں آتا۔

مسلمانوں پر ہونے والے مظالم کے متعلق حضرت میر ناصر نواب صاحب جو اس وقت 12 برس کے تھے اور دہلی میں مقیم تھے تحریر فرماتے ہیں:

دلی والوں کی شامت آئی۔ فتح مندوں نے شہر کو برباد کر دیا۔ اور فتح کے شکریہ میں صدہا آدمیوں کو پھانسی پر چڑھا دیا۔ مجرم اور غیرمجرم میں تمیز نہیں تھی۔ سوائے چوہڑے چماروں سقوں وغیرہ کے یا ہندوؤں کے خاص محلوں کے کوئی لوٹ مار سے نہیں بچا۔ شہر کے لوگ ڈر کے مارے شہر سے نکل گئے۔ اور جو نہ نکلے وہ جبراً نکالے گئے۔ اور قتل کئے گئے۔ یہ عاجز بھی ہمراہ اپنے کنبہ کے دلی کے دروازہ کی راہ سے باہر گیا۔ چلتے وقت لوگوں نے اپنی عزیز چیزیں جن کو اٹھا سکے لے لیں۔ میری والدہ صاحبہ نے میرے والد کا قرآن شریف جو اب تک میرے پاس ان کی نشانی موجود ہے، اٹھالیا۔ شہر سے نکل کر ہمارا قافلہ سربصحرا چل نکلا۔ اور رفتہ رفتہ قطب صاحب تک جو دلی سے 11 میل پر ایک مشہور خانقاہ ہے، جا پہنچا۔ وہاں پہنچ کر ایک دو روز ایک حویلی میں آرام سے بیٹھے رہتے تھے کہ یکایک ہارس صاحب افسر رسالہ معہ مختصر اردل کے قضاء کی طرح ہمارے سر پر آپہنچے۔ اور دروازہ کھلوا کر ہمارے مردوں پر بندوقوں کی ایک باڑ ماری۔ اور جس کو گولی نہ لگی اس کو تلوار سے قتل کیا۔ یہ نہیں پوچھا کہ تم کون ہو۔ ہماری طرف کے ہو یا دشمنوں کے طرفدار ہو۔ اسی یک طرفہ لڑائی میں میرے چند عزیز راہی ملک عدم ہوگئے۔ پھر حکم ملا کہ فوراً یہاں سے نکل جاؤ۔ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ ہم سب زن و مرد و بچہ اپنے مُردوں کو بے گور وکفن چھوڑ کر رات کے اندھیرے میں حیران و پریشان وہاں سے روانہ ہوئے۔ لیکن بہ سبب اندھیرے کے رات بھر قطب صاحب کی لاٹ کے گرد طواف کرتے رہے۔

یہ تھا میور صاحب کے ہم قوم اور ہم مذہبوں کا فیصلہ جس کا عملی اظہار سارے مفتوحہ علاقوں میں کیا گیا۔

محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 17/مارچ 2005ء میں مکرم حامد احمد خالد صاحب نے اپنے والد محترم شیخ محبوب عالم خالد صاحب کا ذکرخیر کیا ہے۔

آپ کو جب حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے کالج سے سبکدوش ہونے کے بعد ناظر بیت المال مقرر فرمایا تو ایک لمبے عرصہ تک آپ سائیکل پر ہی دفتر آیا جایا کرتے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو کار اور ڈرائیور عطا کر دیا تو جب باہر کے اضلاع میں جاتے تو کار استعمال کرتے مگر ربوہ میں سائیکل ہی استعمال کرتے۔ عمر کی زیادتی اور کمزوری کی وجہ سے کوئی گھر کے دروازہ سے سائیکل گلی میں نکال دیتا جسے چلا کر آپ ریلوے لائن تک آجاتے اور پھر کسی نوجوان کو جو لائن کراس کر رہا ہوتا کہہ دیتے کہ سائیکل اٹھا کر لائن کے پار کردیں۔ کار اس لئے استعمال نہیں کرتے تھے کہ جماعت کے پیسہ کا ضیاع کیوں ہو، جماعت کو بعض زیادہ اہم اخراجات کے لئے ضرورت ہوگی۔ کسی نے حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ سے اس بات کا تذکرہ کر دیا۔ اس پر حضور نے بڑی سختی سے انہیں ہدایت فرمائی کہ آپ کار استعمال کیا کریں۔

ایک مرتبہ جب آپ مسجد مبارک کی جانب

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۸/اکتوبر ۲۰۰۵ء میں شائع ہونے والی مکرم چودھری شبیر احمد صاحب کی ایک نعت سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

وادیٔ بطحا سے نکلا اِک کریم ابن کریم
شاہکارِ دستِ قدرت نعمتِ ربِّ رحیم
ہیں زمین و آسماں شاہد کہ ہے اس کا وجود
ہر دو عالم پر خدا کا ایک احسانِ عظیم
حسن واحساں میں ہے جس کی ذات بحرِ بے کنار
جاری و ساری ہے اس کا تا ابد فیضِ عمیم
عرش کے مالک نے اس کو عرش کا مہماں کیا
سینۂ صافی میں اس کے رکھ دیا عرشِ عظیم

جارہے تھے تو مسجد کے لاؤڈ سپیکر پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کی آواز سنائی دی کہ ''بیٹھ جائیں''۔ یہ ہدایت حضور نے یقیناً مسجد میں موجود احباب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمائی تھی۔ آپ ریلوے اسٹیشن کے قریب جوہڑ کے کنارہ پر تھے مگر جونہی خلیفہ وقت کی آواز کان میں پڑی تو وہیں بیٹھ گئے جس کے باعث کپڑوں پر بھی مٹی لگ گئی۔

ایک دفعہ جب آپ جماعتی کام سے لاہور جانے لگے تو آپ کی اہلیہ بھی ہمراہ ہولیں۔ آپ نے بہت سمجھایا کہ آپکو جماعت کے ضروری کام سے جانا ہے مگر وہ بضدر ہیں۔ اتفاق یہ تھا کہ واپسی پر جس بس کے ذریعہ سفر کیا وہ راستہ میں خراب ہوگئی۔ اور تمام مسافر بس سے اتر کر کسی نہ کسی طرح چلے گئے۔ موسم سرما تھا، اندھیرا ہو رہا تھا اس لئے کچھ پریشانی پیدا ہوئی اور آپ کی اہلیہ کی طبیعت بھی خراب ہونی شروع ہوگئی۔ اس پریشانی کے عالم میں آپ نے اہلیہ کو سڑک سے ہٹ کر ایک بنچ پر لٹا دیا اور خود کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کرنے لگے۔ چنانچہ ابھی پانچ منٹ کا عرصہ نہیں گزرا ہوگا کہ پانچ چھ کاروں کا ایک قافلہ سڑک سے گزرا۔ انہوں نے جب کاروں کی روشنی میں آپ کو دیکھا تو مڑ کو واپس آئے اور قریب آ کر رکے۔ ایک نوجوان اترا اور کہا کہ پروفیسر صاحب آپ اس بیابان جگہ میں؟ تو آپ نے ساری صورتحال بتائی۔ وہ نوجوان کہنے لگا میں آپ کا شاگرد ہوں۔ اور میں سرگودھا سے بارات کے ساتھ جا رہا ہوں۔ وہ نوجوان کسی گورنمنٹ کے عہدہ پر تھا اور احمدی نہیں تھا۔ مگر استاد کے احترام میں واپس آیا اور کہنے لگا کہ سیٹ کا انتظام ہے۔ چنانچہ ایک کار میں آپ کی اہلیہ کو بٹھا دیا اور آپ کے لئے بھی جگہ بنادی۔

مضمون نگار بیان کرتے ہیں کہ ہم دو بھائی کراچی میں رہتے تھے۔ آپ جب جماعت کے کام سے کراچی آتے تو جماعتی مصروفیات کی وجہ سے ہمارے سے ملاقات نہ ہوتی تھی اور واپس جانے کے بعد خط لکھتے تھے کہ مجھے آپ دونوں سے نہ ملنے کا افسوس ہے۔ ایک دفعہ جب آئے تو احمدیہ ہال میں نماز جمعہ پر ملے۔ اس کے بعد آئے تو مکرم چودھری احمد مختار صاحب امیر کراچی نے ہمیں بلوا کر والد صاحب سے ملوادیا۔ ایک دو بار پھر ایسا ہوا تو طبیعت میں کچھ ہچکچاہٹ پیدا ہوگئی کہ وہ تو جماعت کے کام سے آتے ہیں اس لئے ایک دو دفعہ نہیں گئے مگر محترم امیر صاحب کا پیغام آیا کہ والد صاحب کو ملنے کے لئے اس جگہ اتنے اتنے بجے آجائیں، یہ میرا حکم ہے، آپ کے والد صاحب نے نہیں کہا۔

ایک واقعہ محترم والد صاحب نے سنایا کہ میں سندھ کے دورہ پر تھا۔ حیدر آباد پہنچا تو پانچ چھ گھنٹے وہاں ٹھہرا۔ شام کو مجھے کراچی پہنچنا تھا۔ امیر صاحب جماعت حیدر آباد نے کہا کہ شام کو بذریعہ کار کراچی پہنچادیں گے مگر مَیں نے کہا کہ ایسے تو دیر ہو جائے گی لہٰذا بس کے ذریعہ ہی چلا گیا۔ لیکن جس کوچ میں سفر کیا وہ راستہ میں کسی جگہ خراب ہوگئی۔ جو چند سواریاں تھیں وہ اُتر کر میرے دیکھتے دیکھتے اپنا اپنا انتظام کر کے کسی نہ کسی طرح چل دیئے۔ صرف مَیں اور ایک اور نوجوان وہاں کھڑے رہ گئے۔ سورج غروب ہوگیا۔ ساتھ کھڑے نوجوان نے کہا میاں جی آپ اپنا انتظام کر لیں یہ علاقہ ٹھیک نہیں۔ میں گھبرایا تو ضرور مگر دعا کر رہا تھا اور یقین تھا کہ جس کے دین کے کام سے جا رہا ہوں وہ ضرور مدد کرے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک کار قریب آ کر رکی۔ جو صاحب یہ کار چلا رہے تھے اپنی داڑھی اور وضع قطع سے کوئی کٹر مولوی معلوم ہوتے تھے۔ ان صاحب نے مجھے کہا: بزرگو! کدھر جانا ہے؟ میں نے کہا کراچی۔ کہنے لگے: بیٹھ جائیں۔ میری پیشکش کے باوجود انہوں نے مجھ سے کرایہ نہ لیا اور کہا انسانیت بھی کوئی چیز ہے۔ آپ میرے والد کی عمر کے ہیں۔ پھر وہ مجھے چھوڑنے احمدیہ ہال کے دروازہ تک پہنچے اور عین وہاں جا کر کار روک دی۔ جب ان صاحب کا میں نے شکریہ ادا کیا اور احسان مندی کے لئے ہاتھ ملانے کی کوشش کی تو انہوں نے مجھ سے ہاتھ ہی نہیں ملایا کیونکہ انہوں نے احمدیہ ہال کا بورڈ پڑھ لیا تھا۔ اصل بات یہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا قائم کردہ سلسلہ ہے اسی رحیم و کریم نے میری مدد فرمائی۔

مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صاحب نے ایک واقعہ سنایا کہ آپ کے والد صاحب ایک مرتبہ صوبہ سرحد کے دورہ پر گئے تو ایک مقام پر جہاں کسٹم چیک پوسٹ تھی، ان کو روک لیا گیا اور سپاہی گاڑی کے کاغذات چیک کرنے لگے۔ کافی پریشانی ہوئی۔ پھر جب اُن کا ارادہ تنگ کرنے کا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے خود مدد فرمائی کہ ڈی ایس پی کسٹمز اپنے دفتر سے باہر آئے اور ان کی کار کی طرف Flashlight سے روشنی ڈالی اور اپنے عملہ کو پشتو زبان میں کہنے لگے کہ ان کو کیوں روکا ہے؟ یہ تو میرے استاد ہیں ان کو جانے دو۔

فیض احمد فیض

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ 7 مارچ 2005ء میں مکرم آغا میر حسن صاحب کے قلم سے عظیم بین الاقوامی شاعر فیض احمد فیض کا تعارف شامل اشاعت ہے۔

فیض 13/فروری 1911ء کو سیالکوٹ میں گاؤں نارووال کی ایک بستی کالا قادر میں پیدا ہوئے۔ والد سلطان محمد خان بیرسٹر تھے جو سیالکوٹ میں وکالت سے پہلے افغانستان کے بادشاہ امیر عبدالرحمٰن کے دربار میں چیف سیکرٹری کے عہدے پر بارہ سال تک فائز رہے۔ چنانچہ فیض نے نازونعم میں ہوش سنبھالا۔ ابتدائی تعلیم چرچ مشن ہائی سکول سیالکوٹ سے حاصل کی۔ فیض کا گھرانہ مذہبی تھا چنانچہ سب سے پہلے قرآن پاک حفظ کیا۔ بچپن ہی سے ذہین اور حساس تھے۔ فرصت کے لمحات میں اردو ناول پڑھنا شروع کردیئے۔ والد کو پتہ چلا تو انہوں نے اردو کی بجائے انگریزی ناول پڑھنے کا مشورہ دیا۔ چنانچہ انگریزی ناول بھی پڑھنا شروع کر دیئے۔ غالب کے کلام کے ساتھ شعر و ادب کا مطالعہ شروع کیا اگرچہ اُس وقت غالبؔ کی شاعری سمجھ نہیں آتی تھی۔ دسویں جماعت کی تعلیم کے دوران شعر کہنا شروع کر دیئے۔

مرے کالج سے F.A. کرنے کے بعد لاہور چلے گئے اور 1929ء میں گورنمنٹ کالج میں B.A. میں داخلہ لے لیا۔ وہاں عظیم ادبی شخصیات سے ملاقاتیں رہیں۔ دورانِ تعلیم نیلا گنبد لاہور میں مفتی محمد حسین کے درس میں شامل ہوتے۔ جامعہ اشرفیہ میں انہوں نے ایک سال کا مکمل درس لیا۔ انگریزی اور عربی میں ایم اے کرنے کے بعد 1935ء میں MAO کالج امرتسر میں انگریزی کے استاد کی حیثیت سے ملازمت کا آغاز کر دیا۔ اب ان کی شاعری کا چرچا بھی دور دور تک ہونے لگا تھا۔ دنیا کے مظلوم انسانوں اور ان کے معاشرتی دکھوں کو فیض نے اپنا دکھ بنا لیا تھا۔ 1942ء میں ان کا پہلا شعری مجموعہ ''نقش فریادی'' کے نام سے شائع ہوا۔ فیض جوانی کے عالم میں بڑے نازک اندام تھے۔ گورے چٹے، گھنگھریالے بال، آنکھوں اور ہونٹوں پر ہر وقت ہلکی ہلکی مسکراہٹ رہتی تھی۔ صاف ستھرا لباس پہنتے تھے۔ ان کی شاعری کی طرح ان کی شخصیت بھی بہت نکھری ہوئی اور دھیمی تھی۔

28/اکتوبر 1941ء کو ان کی شادی لندن نژاد خاتون ایلس کیتھرین جارج سے ہوئی۔ فیض انقلابی شاعر تھے لیکن وہ ایسا انقلاب چاہتے تھے جو پُرامن ہو اور محروم لوگوں کو خوشی اور آسودگی دے۔ بہت جلد اُن کی شہرت ہندوستان سے باہر دوسرے ملکوں تک جا پہنچی۔ دوسری عالمگیر جنگ چھڑی تو دوستوں کے اصرار پر فیض نے بھی فوج میں کمیشن لے لیا اور کیپٹن بن کر دہلی چلے گئے۔ ان کی تقرری فوج کے محکمہ تعلقات عامہ میں ہوئی۔ 1942ء سے 1947ء کے اوائل تک فیض دہلی اور راولپنڈی میں رہے اور لیفٹیننٹ کرنل کے عہدے تک پہنچے۔

جنوری 1947ء میں فوج کی ملازمت چھوڑ کر صحافت کے میدان میں اتر گئے۔ قائداعظم کے ایماء پر معروف انگریزی اخبار ''پاکستان ٹائمز'' جاری ہوا اور انہیں مدیر اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ انہوں نے اداریہ نویسی کا ایک نیا ڈھنگ نکالا اور اس کو ایک ادبی رنگ دے دیا۔ پاکستان بنا تو فیض پاکستان ٹائمز کے ایڈیٹر کی حیثیت سے لاہور میں ہی مقیم تھے۔ 1951ء میں فیض پر کچھ دوسرے ساتھیوں سمیت بغاوت کا مقدمہ بنا جسے راولپنڈی سازش کیس کا نام دیا گیا۔ اس مقدمہ میں انہیں چار سال قید کی سزا ہوئی۔

وہ 9/مارچ 1951ء کو قید اور اپریل 1955ء میں رہا ہوئے۔ اس عرصہ میں پہلے تین مہینے سرگودھا اور لائل پور (فیصل آباد) کی جیلوں میں قید تنہائی میں رہے۔ اس کے بعد جولائی 1953ء تک انہیں حیدر آباد میں رکھا گیا، پھر رہائی تک راولپنڈی سازش کیس کے باقی اسیروں کے ساتھ منٹگمری (ساہیوال) جیل میں رکھا گیا۔

فیض احمد فیض کو کچھ لوگ مذہب سے بیگانہ سمجھتے تھے لیکن ان کا کہنا تھا کہ مذہب انسان کی نفسیات پر بہت اچھا اثر ڈالتا ہے۔ چنانچہ دین جو انسانیت سکھاتا ہے وہ ہمیشہ ان کے مدنظر رہا۔ حیدر آباد جیل میں وہ قرآن پاک اور حدیث شریف کا درس دیا کرتے تھے۔ کئی ساتھی قیدیوں نے ان سے صوفیائے کرام کی تصانیف فتوح الغیب، کشف المحجوب اور احیاء العلوم وغیرہ کے رموز ونکات سمجھے۔ جیل میں ان کی درس و تدریس میں مذہب کے ساتھ ساتھ مارکسزم اور فارسی ادب بھی شامل تھے۔ محنت کشوں سے انہیں بہت محبت تھی۔

فیض ٹھنڈے مزاج کے بے حد صلح پسند آدمی تھے۔ بات کتنی بھی اشتعال انگیز ہوتی یا حالات کتنے ہی ناسازگار ہوتے وہ نہ برہم ہوتے اور نہ طیش میں آتے۔ 1955ء میں رہا ہونے کے بعد پھر صحافت کی طرف لوٹ آئے اور 1958ء میں مارشل لاء نافذ ہونے تک ''پاکستان ٹائمز'' سے منسلک رہے۔ اس دوران 1952ء میں ان کی کتاب ''دست صبا'' اور 1956ء میں ''زندان نامہ'' شائع ہوئی۔ ملک میں مارشل لاء لگا تو وہ افروایشین رائٹرز کانفرنس کے سلسلے میں پاکستانی وفد کے ساتھ ملک سے باہر تھے۔ دسمبر 1958ء وطن واپس آئے تو تین ماہ کے لئے شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیئے گئے۔

1960ء کا عشرہ شروع ہوا تو فیض تمام دنیا کے مظلوم عوام کی آواز بن کر گونج رہے تھے۔ عالمی امن اور انسانیت کی فلاح و بہبود کی خاطر جدوجہد کی نمایاں خدمات کے صلہ میں 27/اگست 1962ء کو ماسکو (سوویت یونین) میں فیض کو لینن امن انعام دیا گیا۔ اس اعلان کے ساتھ بعض اخبارات اور حکام کے طرزعمل سے فیض بہت دل برداشتہ ہوئے۔ چنانچہ جب وہ انعام وصول کرنے ماسکو گئے تو وہاں سے لندن چلے گئے اور دو سال تک وہیں رہے۔ 1964ء میں وطن واپس آئے اور عبداللہ ہارون کالج کے پرنسپل کی حیثیت سے کراچی میں مقیم ہوگئے۔ 1965ء میں ان کی کتاب ''دست تہ سنگ'' اور 1971ء میں ''سروادی سینا'' شائع ہوئی۔

فروری 1972ء میں صدر پاکستان نے فیض کو قومی ثقافتی ادارہ بنانے کے لئے کہا۔ چنانچہ نیشنل کونسل آف دی آرٹس کے نام سے ادارہ قائم کیا گیا اور فیض کو اس کا چیئرمین بنایا گیا۔ وہ چار برس تک اس ادارے کے چیئرمین رہے اور پھر لاہور چلے آئے۔ فروری 1978ء میں بیروت گئے اور افروایشین رائٹرز کے رسالے ''لوٹس'' کی ادارت سنبھال لی۔ اگلے تین سال ان کا قیام بیروت میں رہا مگر وہ وہاں سے ادیبوں کی کانفرنسوں میں شرکت کے لئے دیگر ممالک میں جاتے رہے۔ اس دوران 1978ء میں ان کی کتاب ''شام شہر یاراں'' اور 1981ء میں ''میرے دل، مرے مسافر'' شائع ہوئیں۔

جنوری 1982ء میں فیض پاکستان واپس آگئے۔ 19/نومبر 1984ء کو لاہور میں ان کا انتقال ہوا۔ ان کی شخصیت کے بہت سے پہلو تھے یعنی وہ ادیب تھے، شاعر تھے، نقاد، صحافی، پروفیسر، سیاست دان اور مزدور رہنما تھے لیکن ان کی شہرت اور پہچان ان کی خوبصورت شاعری بنی۔ ان کی تحریروں کا دنیا کی متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔

روزنامہ ''الفضل'' ربوہ ۳۰/ستمبر ۲۰۰۵ء کی زینت مکرم ملک مبشر احمد ریحان صاحب کی ایک نظم ''کرامات'' سے انتخاب ہدیۂ قارئین ہے:

فضلوں کی ہے برسات کبھی آ کے تو دیکھو
روشن ہیں یہ دن رات کبھی آ کے تو دیکھو
فرصت ہے کہاں تم کو کہیں مادہ پرستو
کیسی ہیں کرامات کبھی آ کے تو دیکھو
اک شہر ہے دنیا میں جو ہے شہر غریباں
اس شہر کے حالات کبھی آ کے تو دیکھو
پڑھتے ہیں محمدؐ پہ درود اور ہیں گاتے
توحید کے نغمات، کبھی آ کے تو دیکھو

Al Fazl International Weekly, London

16 GRESSENHALL ROAD, LONDON SW18 5QL (U.K.)

ISSN: 1352 9587
Tel: (020) 8544 7603
Fax: (020) 8544 7611
Email:alfazlint@alislam.org

Vol. 13 **Friday April 07, 2006** **Issue No. 14**

حاصل مطالعہ

دوست محمد شاہد۔ مؤرخ احمدیت

اشاعت حق کے دلچسپ اور ایمان افروز واقعات

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرحوم (ولادت1876ء وفات1943ء) کا شماران ممتاز غیر مبائع بزرگوں میں ہوتا ہے جنہیں1902ء میں مہدیٔ موعود کی بیعت کا شرف حاصل ہوا۔تحریک احمدیت سے وابستگی سے قبل آپ فرقہ اہلحدیث سے منسلک تھے۔آپ کوامام الزمان کی پہلی زیارت فروری1892ء میں نصیب ہوئی۔جبکہ حضرت اقدسؑ سیالکوٹ میں حکیم حسام الدین صاحب کے مکان میں قیام فرماتھے۔

ڈاکٹر صاحب کے قلم سے اشاعت حق کے بعض نہایت دلچسپ اور ایمان افروز واقعات سنئے ۔ فرماتے ہیں:

(1)

’’ایک زمانہ تھا کہ پادریوں کے حملوں سے مسلمان جان بچاتے پھرتے تھے اور ان کے اعتراضوں پر بغلیں جھانکتے پھرتے تھے۔ یا اللہ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ وہ رنگ بدلا کہ پادری اور عیسائی احمدیوں کے نام سے کانوں پر ہاتھ دھرنے لگے۔اگرکوئی آدمی معقولیت کے ساتھ کسی پادری سے مناظرہ کرتا اور پادری مباحثہ میں زچ ہو جاتا تو فوراًدریافت کرتا کہ تم مرزائی تونہیں ہو۔کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ہم لوگوں کو تنگ کرنا اورشکست دینا احمدیوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے۔اور اگر فریق ثانی یہ اعتراف کرلیتا کہ ہاں مَیں مرزائی ہوں تووہ پادری کہتا کہ ہم تم سے بات نہیں کرتے تم جھوٹے ہو۔ ان سے اگر پوچھا جاتا کہ کیا تم دوسرے مسلمانوں ، ہندوؤں ، آریوں اور سکھوں کوسچا سمجھتے ہو اور فقط ہم کوہی جھوٹا سمجھتے ہوتو وہ پادری لاجواب ہوکر چل دیتا کہ ہم تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتے۔

(2)

راولپنڈی میں اینڈرسن ایک بڑا خرانٹ پادری تھا۔ پنجابی خوب بولتا تھا۔اس سے جب کبھی کسی احمدی کی ٹکّر ہوتی تو وہ فوراًاستدلال میں ہی بھانپ جاتا کہ یہ احمدی ہے۔فوراً بول اٹھتا کہ تم مرزائی ہوجبھی ایسے تڑا تڑ دلائل دیتے ہو ۔ہم تم سے بات ہی نہیں کرنا چاہتے۔ پہلے پیر گولڑوی سے اپنے مسلمان ہونے کا فتویٰ لاؤ تب بات کرو۔ جب اس سے کہا جاتا کہ تمہیں اس سے کیا کہ مَیں کون ہوں تم اصل سوال کا جواب دو۔تو کہہ دیتا کہ ہم مرزائی سے بات نہیں کیا کرتے۔

(3)

مجمعوں اورمیلوں میں پادریوں کا قاعدہ تھا کہ کیمپ لگا کر عیسائیت کا وعظ شروع کردیتے۔لیکن پھر یہ حال ہوا کہ جہاں کوئی احمدی پہنچا اور پادریوں کا کیمپ اکھڑا۔ آخر ایک دفعہ ایک دو بھاگتے ہوئے دیسی پادریوں کو ہمارے ایک دوست نے پکڑ کر پوچھا کہ تم اس طرح ہماری شکل دیکھتے ہی بھاگتے کیوں ہو۔یہ معاملہ کیا ہے، بات تو کرو۔ان پادریوں نے کہا کہ ہمیں مسیح کے لئے چھوڑ دو ورنہ ہماری روزی ماری جائے گی ۔ہمیں بڑے پادری صاحب نے حکم دیا ہے کہ کسی مرزائی سے بات مت کروورنہ ملازمت سے الگ کردئے جاؤ گے۔

(4)

قرآن کریم نے کیا سچ فرمایا ہے کہ ﴿ سَنُلْقِیْ فِیْ قُلُوْبِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا الرُّعْبَ﴾(آل عمران152)۔کہ ہم عنقریب کافروں کے دلوں پرتمہارا رعب ڈال دیں گے۔ سو وہ ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔ پادری فضل الٰہی صاحب جب مسلمان اوراحمدی ہوئے توانہوں نے ایک لیکچر میں سنایا کہ انارکلی میں عرصہ سے ایک ہال پادریوں نے لیا ہوا تھا۔جس میں ہر روز شام کو انجیل کا وعظ اور عیسائیت کی تبلیغ ہوتی تھی۔احمدیت کا غلغلہ جب بلند ہوا تو پادری یوانگ صاحب مشن کالج کے پرنسپل نے ماتحت پادریوں کوحکم بھیجا کہ ہال کے دروازے بند کرکے انجیل سنایا کرو۔ پادری فضل الٰہی نے اس پر اعتراض کیا کہ دروازے بند کرکے انجیل سنانا بالکل ایک بے معنی فعل ہوگا۔ اس پر پادری یوانگ صاحب نے کہا کہ اگر دروازے کھلے رہے تو تم میں سے کون اس بات کا ذمہ لیتا ہے کہ کوئی احمدی ہال میں نہیں گھس آئے گا۔

(5)

آریوں نے اگر دلائل اور براہین میں مار کھائی تو احمدیوں سے کھائی۔ یہ شوخ اور دریدہ قوم پادریوں کی کاسہ لیسی کرکے بہت گندہ دہنی سے کام لیتی تھی اور جانتی تھی کہ ہمارے ویدوں پرتو پردہ پڑا ہوا ہے۔کوئی جانتا نہیں کہ اندرخانے ہے کیا۔ہم جتنی بھی شیخی بھگاریں گے کم ہے۔ پس اپنا گھر تو پردہ میں ہے اس لئے دوسروں کے گھروں پر جتنے چاہو پتھر مارے جاؤ۔اس وجہ سے مسلمان ان سے بہت گھبراتے تھے۔جب احمدی قوم میدان میں آئی تو اس نے خودان کے گھر پروہ بم برسائے کہ ساراہوائی قلعہ اڑ گیا۔ آریہ بولانہیں،اوراحمدی برسانہیں۔

(6)

ایک دفعہ کا ذکر ہے مَیں امرتسر سے لاہور آرہا تھا انٹرکلاس کا خانہ تھا۔ ہندو مسلمان سب ہی اس میں بیٹھے ہوئے تھے۔ایک آریہ بمعہ اپنے چھوٹے سے لڑکے کے بھی بیٹھا ہوا تھا۔لڑکا باربارشرارت کرتا تھا۔اس پراس کا باپ،وہ آریہ بولا کہ ’’تو خیرالماکرین والے مکرتو نہ کر‘‘۔ یہ فقرہ سن کرسب مسلمان سناٹے میں آگئے ۔لیکن ایک مقدس صورت مسلمان احمدی کسی گاؤں کا رہنے والا اس پرٹوٹ کر پڑا۔ کہنے لگا کہ یہ کیا بکواس کی ۔ جان بوجھ کر مسلمانوں کا دل دکھانا کہاں کی تہذیب ہے۔عربی میں مکر کے معنے ہیں تدبیر کرنا ۔پس خیرالماکرین کے معنے ہوئے بہتر تدبیر کرنے والا ۔پس اعتراض کس بات پر ہوا۔فقط تمہاری جہالت ظاہر ہوگئی۔ جب تم عربی سے جاہل ہوتو تمہیں کسی عربی لفظ پر اعتراض کرنے کا کیا حق حاصل ہے‘‘۔

غرض کہ اس نے ایسے آڑے ہاتھوں لیا کہ وہ گھبرا گیا ۔مسلمانوں کے چہرے روشن ہوگئے ۔ایسے صدہا مواقع آئے دن پیش آتے رہتے تھے جن کا ذکر کرنا موجب طوالت ہے‘‘۔

(پیغام صلح۔لاہور۔ 17/ دسمبر1938ء صفحہ17 سلور جوبلی نمبر)

جماعت احمدیہ برما کے زیر اہتمام

ذیلی تنظیموں کے اجتماعات اور جلسہ سالانہ کا کامیاب وبابرکت انعقاد

(رپورٹ:محمد سالک مبلغ انچارج برما)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ برما کے زیر اہتمام ذیلی تنظیموں کے اجتماعات اور جماعت احمدیہ برما کے جلسہ سالانہ کا بابرکت انعقاد ہوا۔اس غرض کے لئے مرکز سلسلہ سے مکرم خالد محمود الحسن صاحب بھٹی وکیل الدیوان ربوہ بطور نمائندہ مرکز سے تشریف لائے اور آپ کی قیادت میں ذیلی تنظیموں مجلس انصاراللہ کا اجتماع 22/نومبر 2005ء کو، مجلس خدام الاحمدیہ برما کا سالانہ اجتماع مورخہ 23/نومبر کو اور لجنہ اماء اللہ برما کا سالانہ اجتماع مورخہ 24/نومبر کو منعقد ہوئے ۔جبکہ ان اجتماعات میں ان کے انتخابات بھی منعقد ہوئے۔

جلسہ مولمین

مورخہ 27/نومبر 2005ء کو شہر رنگون سے تقریباً 190 کلومیٹر کے فاصلہ پر مولمین شہر میں جلسہ منعقد ہونا تھا۔مرکزی نمائندہ مکرم خالد محمود الحسن صاحب کے ہمراہ مجلس عاملہ کے بعض ممبران بھی رنگون سے شامل ہوئے۔ مکرم خالد محمود الحسن صاحب کی زیر صدارت جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ کے لئے تقریباً70 احباب کے علاوہ 30 کے قریب غیر از جماعت زیر تبلیغ دوست بھی شامل ہوئے ۔مکرم خالد محمود الحسن صاحب نے’’ اسلام امن پسند اور پیار ومحبت کی تعلیم دینے والا مذہب ہے‘‘ کے موضوع پر افتتاحی خطاب فرمایا جس میں قرآن مجید، احادیث نبوی اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات کی روشنی میں اسلامی تعلیمات کو واضح کیا۔

30/نومبر بروز بدھ مانڈلے کے مقام پر جماعت کے احباب کے ساتھ ملاقات ہوئی اور مجلس عاملہ کے ساتھ میٹنگ میں تبلیغی اور تربیتی امور کا جائزہ لیا گیا۔

2/دسمبر بروز جمعۃ المبارک مرکزی نمائندہ کی زیر صدارت مانڈلے جماعت کا جلسہ منعقد ہوا۔یہاں بھی مکرم خالد محمود الحسن صاحب نے جماعت کو تربیتی امور کی طرف توجہ دلائی اورآخر پر غیراز جماعت دوستوں کے سوالوں کے جوابات دئے۔مانڈلے جلسہ کے دوران تین بیعتیں ہوئیں۔الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ ثابت قدم رکھے۔آمین

وقف نو اجتماع

مورخہ 10/دسمبر کو رنگون جماعت کے واقفین نو کا اجتماع منعقد ہوا۔اس میں تقریباً25 بچے شامل ہوئے۔ مکرم خالد محمود الحسن صاحب نے بچوں کو نصائح فرمائیں۔ آخر پر سالانہ امتحان میں اول دوم اور سوم آنے والے بچوں کو انعامات تقسیم کئے۔

جماعت احمدیہ برما کا جلسہ سالانہ

مورخہ 11/دسمبر بروز اتوار جماعت احمدیہ برما کا 41واں جلسہ سالانہ منعقد ہوا۔جلسہ کا آغاز نماز تہجد سے ہوااور ایک بکرا صدقہ بھی دیا گیا۔ پہلے لوائے احمدیت اور قومی جھنڈا لہرایا گیا۔

جلسہ کا آغاز مرکزی نمائندہ کی صدارت میں تلاوت قرآن کریم سے ہوا۔آپ نے اپنے افتتاحی خطاب میں خاص طور پر عبادت اور قیام نماز کی طرف توجہ دلائی۔

دعا کے بعد نیشنل صدر صاحب کی زیر صدارت جلسہ جاری رہا اور الوصیت کے مضمون کی اہمیت، برما میں دعوت الی اللہ کے ثمرات اور جلسہ سالانہ کی اہمیت کے موضوع پر تقاریر ہوئیں۔آخری اجلاس میں مرکزی نمائندہ نے جلسہ سالانہ کے بارہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے ارشادات پڑھ کر سنائے۔کل حاضری 350 تھی۔

ظہر وعصر کی نمازوں کی ادائیگی کے بعد مرکزی نمائندہ کی صدارت میں شوریٰ کی کارروائی شروع ہوئی۔ تمام تجاویز اتفاق رائے سے پاس ہونے کے بعد حضور انور کی خدمت میں منظوری کے لئے پیش کی گئیں۔

13/دسمبر کو مکرم خالد محمود الحسن صاحب بھٹی رنگون سے ربوہ واپس تشریف لے گئے۔اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے۔